سیرت

حضرت ابوبکر صدیقؓ

اور

نظام خلافت

مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

(صدر جمعیت پیام امن، لکھنؤ)

مکتبہ پیام امن

ندوہ روڈ، ڈالی گنج، لکھنؤ، یوپی، الھند

جملہ حقوق محفوظ

نام	:	سیرت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور نظام خلافت
مصنف	:	مفتی محمد سرور فاروقی ندوی
ناشر	:	مکتبہ پیامِ امن، ندوہ روڈ، ڈالی گنج، لکھنؤ
اردو ایڈیشن	:	پہلی بار
تعداد کتب	:	۱۰۰۰
سال	:	۲۰۲۰ء
قیمت	:	۵۰

Writer : Mufti Mohd Sarwar Farooqui Nadwi

Publisher : Maktaba Payam-e-Amn, Nadwa Road,Daliganj,lucknow.

Website: www.islamicjpamn.com

E-Mail: tasneemlko2012@gmail.com, ataullah2012@gmail.com

Phone No. 9984490150, 9919042879

ملنے کے پتے

۱۔ مجلس تحقیقات ونشریات، ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس نمبر ۱۱۹ (لکھنؤ)	05222741539
۲۔ نیو سلور بک ایجنسی، 14، محمد علی روڈ، بھنڈی بازار، ممبئی	0522-27415
۳۔ الفرقان بکڈپو، نظیر آباد ۳۱ (لکھنؤ)	9936635816
۴۔ سبحانیہ بک ڈپو، نیا محلہ، جبل پور، مدھیہ پردیش	9424708020
۵۔ ستیہ فاؤنڈیشن 182-A 5 گرین لینڈ کیمپس، پوکھر پور، کانپور	9935044343
۶۔ مکتبہ شباب جدید، ندوہ روڈ، لکھنؤ	9198621671
۷۔ مکتبہ شاہ ولی اللہ جامع مسجد، دیوبند	8439650526

فہرست

پیش لفظ ۷
مقدمہ ۹
خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کا تعارف ۱۱
حضرت ابوبکر صدیقؓ کے والد ۱۱
حضرت ابوبکرؓ کی والدہ ۱۲
قبول اسلام سے پہلے حضرت ابوبکرؓ کے حالات ۱۲
اسلام لانے کا واقعہ ۱۳
حضرت ابوبکرؓ کی دعوت ۱۳
حضرت ابوبکر صدیقؓ کی مکی زندگی ۱۴
حبشہ کی ہجرت ۱۵
ابن الدغنہ کا اعلان ۱۶
نماز پر پابندی ۱۶
ہجرت کا ارادہ ۱۷
رسول کریم ﷺ کے ساتھ ہجرت ۱۷
غار ثور کا قیام ۱۸
مکہ کے واقعات کی خبر ۱۹
رسول کرم ﷺ پر انعام کا اعلان ۱۹
سراقہ بن جعشم کا گھوڑا ۲۰
سفر کے حالات ۲۰
مدینہ کے قریب ۲۱
قبا کا قیام ۲۲
مؤاخات یعنی بھائی چارہ ۲۲
مسجد نبوی کی تعمیر کے لئے زمین ۲۳
حجۃ الوداع ۲۳

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امامت ۲۴
وفات سے پہلے رسول کریم ﷺ نے امامت کا حکم دیا ۲۴
رسول کریم ﷺ کی وفات والے دن امامت ۲۴
حضرت عمرؓ کا غم ۲۵
حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تقریر ۲۵
خلافت کا فتنہ ۲۶
انصار و مہاجرین کا اختلاف ۲۶
دوسرے دن کی بیعت اور تقریر ۲۷
حضرت علیؓ کی بیعت کا واقعہ ۲۸
خلافت کے بعد ۲۹
حضرت اسامہ بن زیدؓ کی مہم ۳۰
نبوت کا دعویٰ کرنے والے ۳۰
نبوت کا دعویٰ کرنے والوں کے خلاف جنگ ۳۱
حضرت ابوبکرؓ کی مرتدین کے خلاف جنگ ۳۲
منکرین زکوٰۃ کے خلاف جنگ ۳۲
قرآن کو جمع کرنے کا کام ۳۳
باہمی ترتیب اور سورتوں کے نام ۳۳
عہد نبوی میں لکھنے کا طریقہ ۳۴
صحیفۂ صدیقی ۳۵
مرض الوفات ۳۵
حضرت عمرؓ کی خلافت کا مشورہ ۳۵
گھر والوں کو وصیت ۳۶
حضرت ابوبکر صدیقؓ کا کفن ۳۷
حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تجہیز و تکفین کا عمل ۳۸
حضرت ابوبکر صدیقؓ کے کارنامے ۳۸
نظام خلافت یا جمہوریت کی بنیاد ۳۹

ملکی نظم ونسق کے وصول ۴۰
عہدے داروں کا انتخاب ۴۰
عہدے داروں کو نصیحت ۴۰
حکام کی نگرانی کا خاص نظم ۴۱
سزاؤں کا نظام ۴۲
ملک میں امن وامان کا قیام ۴۳
عہد صدیقی میں مالی انتظامات ۴۴
عہد صدیقی میں فوجی نظام ۴۵
فوج کی اخلاقی تربیت کا نظام ۴۵
جنگی سامان کی خریداری ۴۶
چراگاہ کا نظم ۴۶
فوجی چھاؤنیوں کی نگرانی ۴۶
عہد صدیقی میں بدعات کے خاتمہ کی کوشش ۴۷
عہد صدیقی میں تدوین حدیث ۴۷
عہد صدیقی میں دارالفتاء کا قیام ۴۸
عہد صدیقی میں دعوت وتبلیغ کا کام ۴۹
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ایفائے عہد ۴۹
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت اور متعلقین کا خیال ۵۰
عہد صدیقی میں ذمی رعایا کے حقوق ۵۱
جزیہ کا نظام ۵۱
حضرت ابوبکر صدیقؓ کے فضائل ومناقب ۵۲
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعتماد ۵۲
حضرت ابوبکر صدیقؓ کی علمی فراست ۵۴
حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اشعار ۵۴
تقریر وخطابت کی صلاحیت ۵۴

نسب دانی یعنی قبائل کے نام یاد رکھنا ۵۵
خواب کی تعبیر کا علم ۵۶
قرآن مجید کی تفسیر کا علم ۵۶
حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حدیث کا علم ۵۸
حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اجتہاد ۵۹
حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اصول اجتہاد ۶۰
صدیق اکبر کا تقویٰ ۶۰
حضرت ابوبکر صدیقؓ کا زہد وتقویٰ ۶۲
راہ خدا میں پورا مال خرچ کرنا ۶۳
حضرت ابوبکر صدیقؓ کا تواضع ۶۴
حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تجارت ۶۴
اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا جذبہ ۶۵
حضرت ابوبکر صدیق کی مالی حیثیت ۶۶
حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فیاضی ۶۶
حضرت ابوبکر صدیقؓ کی عبادات ۶۷
حضرت ابوبکر صدیقؓ کی گھریلو زندگی ۶۸
حضرت ابوبکر صدیقؓ کی مہمان نوازی ۶۸
صدیق اکبر کا لباس ۶۹
صدیق اکبر کا ذریعۂ معاش ۶۹
صدیق اکبر کی جاگیر ۷۰
حضرت ابوبکر صدیقؓ کا حلیہ مبارک ۷۰
حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بیوی اور بچے ۷۰

❁❁❁

پیش لفظ

حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی دامت برکاتہم
مہتمم: دارالعلوم ندوۃ العلماء و مدیر: البعث الاسلامی ندوۃ العلماء لکھنؤ، الہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين محمد وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين، أما بعد:

دعوت دین امت کے ذمہ ایک اہم فریضہ ہے، یہ امت چونکہ تمام امتوں میں بہترین امت ہے، اس کی بہتری کی وجہ بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بتادی ہے کہ یہ پوری انسانیت کی رہنمائی اور ہدایت کے لیے برپا کی گئی ہے، اس امت کے داعی اولی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ذریعہ تیار کردہ نسل نے پوری انسانی برادری کی فکر کی، یہی وجہ ہے کہ بہت کم مدت میں وہ دنیا کے اطراف واکناف پر چھا گئے اور لاکھوں انسانوں کی ہدایت کا سبب بنے، اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کو اس طرح قبول کیا کہ قیامت کے لئے ان کو نمونہ بنادیا۔

صحابۂ کرامؓ کے بعد تابعین، تبع تابعین اور ان کے بعد آنے والی نسلیں بھی اسی فکر کے ساتھ اقوام عالم کے درمیان آتی رہیں اور معاشرہ کے متنوع عناصر کی ہدایت کا ذریعہ بنیں، یہی وجہ ہے کہ یہ دین آج ہم تک پہونچا اور ہم اس کی تعلیمات سے واقف ہو کر اللہ تعالیٰ کی مرضیات کے مطابق کسی حد تک اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

دین کے پہونچانے کے لئے ہر زمانہ اور ہر دور میں نئے نئے طریقہ اختیار کئے جاتے رہے، بنیادی طور پر زبان اور قلم کو استعمال کر کے اس فریضہ کو انجام دیا جاتا رہا، زبان کے ذریعہ جو باتیں بیان کی جاتی ہیں وہ وقتی اور فوری طور پر اثر انداز ہوتی ہیں، لیکن اس سے دوسرے افراد جو وہاں موجود نہیں ہیں، محروم رہتے ہیں، لیکن قلم کے ذریعہ جو باتیں کاغذ پر لکھ دی

جاتی ہیں اور کتابوں میں محفوظ کردی جاتی ہیں ان سے برسوں استفادہ کیا جاسکتا ہے اور بحمد اللہ تاریخ اسلام کا پورا ذخیرہ اس کا شاہد عدل ہے۔

مقام مسرت ہے کہ مولانا مفتی محمد سرور فاروقی ندوی (صدر جمعیت پیام امن، لکھنؤ) ایک عرصہ سے دعوت واصلاح کے میدان میں قابل ذکر کام انجام دے رہے ہیں، وہ لسانی اور قلمی جہاد کر رہے ہیں، جس پر وہ پوری ندوی برادری ہی نہیں، بلکہ طبقہ علماء کی طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں، دعوت میں بنیادی چیز لسان قوم میں مہارت ہے، مفتی صاحب ہندوستان کی مروجہ زبان ہندی کے اچاریہ (عالم) ہیں، انہوں نے ہندی زبان میں اسلامیات کا ایک کتب خانہ تیار کردیا ہے اور اہم بات یہ ہے کہ تفسیر فاروقی کے نام سے سات جلدوں میں ہندی زبان میں وقیع تفسیر اور اردو زبان میں ''معانی القرآن الکریم لفظی رواں ترجمہ ومختصر تفسیر'' کے عنوان سے بھی لکھی ہے جس کی ہر طرف پذیرائی ہے، ادھر چند مہینوں میں انہوں نے قرآن کے ہندی لفظی ترجمہ کا کام کیا ہے، جو طباعت کے لئے تیار ہے، اسی طرح انہوں نے اس وقت اور کئی کتابیں تیار کی ہیں جس میں ''سیرت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور نظام خلافت'' بھی ہے۔ جو عوام وخواص کے لئے بہت مفید ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مفتی محمد سرور فاروقی ندوی کو مزید ہمت وحوصلہ دیں، تاکہ ان کے ذریعہ لسانی اور قلمی جہاد کا یہ سلسلہ جاری رہے اور ان کا فیض جو دراصل ندوۃ العلماء کا فیض ہے جاری وساری رہے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

راقم الحروف

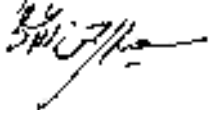

سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۸ رشوال ۱۴۴۱ھ
۲ رجون ۲۰۲۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مقام دنیا میں انبیاءؑ کے بعد سب سے اعلیٰ ورفع ہے اس لئے امت کو آپ کی بلند پایہ شخصیت سے واقف ہونا چاہئے اس لئے کہ سیدنا ابوبکر صدیق ہی وہ خوش نصیب ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے بچپن کے دوست اور ساتھی تھے اور آپ کو مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ کو رسول اللہ ﷺ سے عقیدت ومحبت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت کے لئے تن من دھن سب کچھ پیش کر دیا۔

اسلام لانے کے بعد سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے ہمیشہ ہر کام میں عالی ہمتی اور مستقل مراجی کا ثبوت دیا۔ وہ نبی ﷺ کے نہایت سچے پیروکار تھے اور اپنی زندگی کو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے قالب میں ڈھال لیا تھا انتہائی با مقصد زندگی بسر کی اور جو قدم اٹھایا نہایت سوچ سمجھ کر اٹھایا، جس سے تعلق قائم کیا اللہ کی رضا کے لیے کیا اور ہر معاملے میں اطاعت رسول کو سامنے رکھا۔ ان کی سختی اور نرمی سب اسلام کے لیے تھی اور اسلام ہی ان کا مرکز عمل تھا۔ ان کی کتاب حیات کا ہر ورق حسن سیرت سے معمور اور ہر صفحہ صالحیت کا دل آویز آئینہ تھا۔ ان کا رہن سہن، ان کی معاشرت، ان کے طور طریقے، ان کے گفتار وکردار کی ہر جھلک، اطاعت خداوندی اور تعلیمات نبوی سے ہم رنگ تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''لوگو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو''۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ کفر اور اسلام کے درمیان اصل فرق نماز کا ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا اللہ اور

رسول کے اس فرمان پر کامل ایمان تھا، اس لیے انہوں نے ان لوگوں کے ساتھ جنگ کی، جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ وہ نماز ضرور پڑھیں، لیکن زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا نقطۂ نظر یہ تھا اور یہی صحیح تھا کہ جس طرح نماز فرض ہے، اسی طرح زکوٰۃ فرض ہے۔ مسلمان وہ ہے جو دونوں کو برابر کا درجہ دیتا اور دونوں پر عمل کرتا ہے۔ جو شخص زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کرے، اگرچہ نماز پڑھتا ہو، اس سے باقاعدہ جنگ کی جائے گی اور انہوں نے جنگ کی۔ اور کہا میرے جیتے جی دین میں کمی آئے یہ برداشت نہیں ہوگا۔

اسی طرح اس موضوع پر تو کتابیں بہت سی ہیں جن میں مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی مرحوم کی کتاب سیر الصحابہ ہے اس میں بہت سے صحابہ کے واقعات ذکر کئے گئے ہیں، اسی کتاب سے اس میں بھی اکثر حصہ لیا گیا ہے اس لئے کہ اس میں مستند حوالوں سے تاریخی واقعات ذکر کئے گئے ہیں، آخر میں ہم جان مکتوم صاحب کے شکر گزار ہیں جو میرے دعوتی کاموں میں ہمت افزائی فرماتے ہیں اللہ پاک اپنی شان کے مطابق انہیں اجر عظیم نصیب فرمائے اور اس کتاب کا مقصد مختصر وقت میں قاری کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سیرت سے واقف کرانا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو قبول فرما کر انسانیت کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ والسلام

محمد سرور فاروقی ندوی
دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
۲۴-۴-۲۰۲۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کا تعارف

آپ کا نام عبداللہ تھا، ابوبکر کنیت تھی، صدیق اور عتیق آپ کا لقب تھا۔ آپ کے والد کا نام عثمان اور کنیت ابوقحافہ تھی، والدہ کا نام سلمٰی اور کنیت ان کی اُم الخیر تھی۔

(طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث صفحہ ۱۱۹ الاصابہ جلد ۴، ا د ۲۲)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے والد

آپ کے والد ابوقحافہ عثمان بن عامر شرفائے مکہ میں سے تھے جو نہایت معمر تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی، تو میں آپ ﷺ کی تلاش میں حضرت ابوبکرؓ کے گھر آیا، وہاں ابوقحافہ موجود تھے۔ انہوں نے حضرت علیؓ کو اس طرف سے گزرتے ہوئے دیکھ کر نہایت غصہ سے کہا کہ ان بچوں نے میرے لڑکے کو بھی خراب کر دیا ہے۔

ابوقحافہ فتح مکہ تک اپنے ابائی مذہب پر قائم رہے۔ فتح مکہ کے بعد جب رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے تو وہ اپنے فرزند سعید حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ ﷺ نے ان کے ضعف کو دیکھ کر فرمایا کہ انہیں کیوں تکلیف دی، میں خود ان کے پاس پہنچ جاتا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے نہایت شفقت سے ان کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور کلمۂ طیبہ تلقین کر کے مشرف باسلام فرمایا۔ حضرت ابوقحافہؓ نے بڑی عمر پائی، رسول اللہ ﷺ کے بعد اپنے فرزند ابوبکرؓ کے بعد بھی کچھ دنوں تک زندہ رہے آخر عمر میں آنکھوں کی بصارت بھی جاتی رہی اور ۱۴ھ میں ۹۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔

(الاصابہ جلد ۴، صفحہ ۲۲۲)

حضرت ابوبکرؓ کی والدہ

حضرت اُم الخیر سلمٰی بنت صخر نے ابتداء ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان سے پہلے چند اصحاب مسلمان ہوئے تھے۔ لیکن یہ قلیل جماعت اپنے اسلام کا اظہار نہیں کر سکتی تھی اور نہ مشرکین و کفار کو کھل کر دین کی دعوت دے سکتی تھی، پھر بھی حضرت ابوبکرؓ نے دعوت دینے کے لئے ایک روز نہایت اصرار کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے کر مجمع عام میں کلمہ کی دعوت پیش کی اور کفار و مشرکین کو شرک و بت پرستی چھوڑ کر اسلام قبول کر لینے کی دعوت دی۔ کفار و مشرکین جن کے کان کبھی ان الفاظ سے مانوس نہ تھے سخت ناراض ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نہایت بے رحمی سے اس قدر مارا کہ وہ بالآخر بنی تیم کو باوجود مشرک ہونے کے اپنے قبیلہ کے ایک فرد کو اس حال میں دیکھ کر ترس آ گیا اور انہوں نے عام مشرکین کے ظلم سے چھڑا کر ان کو ان کے گھر تک پہنچا دیا۔ رات کے وقت بھی حضرت ابوبکرؓ باوجود درد اور تکلیف کے اپنے خاندانی اعزہ کو اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کا پتہ دریافت کر کے اپنی والدہ کے ساتھ ارقمؓ کے گھر آئے اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میری والدہ حاضر ہیں ان کو راہِ حق سمجھا دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور وہ مشرف باسلام ہو گئیں۔

(الاصابہ جلد ۸، ۲۲۹۔ ۲ ایضاً بحوالہ طبرانی ۳ و۔ کنز العمال ج ۶ ص ۳۱۳ ۔ ایضا)

حضرت ام الخیرؓ نے بھی طویل عمر پائی چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت تک زندہ رہیں لیکن اپنے شوہر سے پہلے وفات پا گئیں۔

قبول اسلام سے پہلے حضرت ابوبکرؓ کے حالات

حضرت ابوبکر صدیقؓ قبول اسلام سے پہلے ایک مالدار تاجر کی حیثیت سے تھے اور ان کی دیانت اور امانت کا خاص شُہرہ تھا اہل مکہ ان کو نہایت معزز سمجھتے تھے۔ ایام جاہلیت

میں خوں بہا کا مال آپ ہی کے یہاں جمع ہوتا تھا۔ اگر کبھی کسی دوسرے شخص کے یہاں جمع ہوتا تو قریش اُس کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کو قبول اسلام سے پہلے بھی شراب سے ویسی ہی نفرت تھی جیسی زمانہ اسلام میں۔

رسول کریم ﷺ کے ساتھ بچپن ہی سے ان کو خاص تعلق تھا اور آپ ﷺ کے ساتھ اکثر تجارت کے سفروں میں بھی ہمراہی کا شرف حاصل ہوتا تھا۔

اسلام لانے کا واقعہ

رسول اللہ ﷺ کو جب نبوت عطا ہوئی اور آپ ﷺ نے مخفی طور پر احباب مخلصین کے سامنے اس حقیقت کو ظاہر فرمایا تو مَردوں میں سے حضرت ابوبکرؓ نے سب سے پہلے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ گزشتہ صحبتوں کے تجربوں نے نبوت کے خدوخال کو اس طرح واضح کر دیا تھا کہ معرفت حق کے لئے کوئی انتظار باقی نہ رہا۔

محققین نے قبول اسلام کے سلسلے میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا عورتوں میں، حضرت علیؓ بچوں میں، حضرت زیدؓ بن حارثہ غلاموں میں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آزاد اور بالغ مردوں میں سب سے اول مؤمن ہیں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۱۳۰)

حضرت ابوبکرؓ کی دعوت

حضرت ابوبکر صدیقؓ مسلمان ہونے کے ساتھ ہی دین کی دعوت کے لئے جدوجہد شروع کر دی اور صرف آپ کی دعوت پر حضرت عثمانؓ بن عفّان، حضرت زبیرؓ بن العوام، حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت طلحہؓ بن عبداللہ جو اسلام کے سب سے درخشاں جواہر ہیں مشرف باسلام ہوئے، حضرت عثمانؓ بن مظعون، حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت ابوسلمہؓ اور حضرت خالد بن سعیدؓ بن العاص بھی آپ ہی کی ہدایت

سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ یہ وہ اکابر صحابہ ہیں جو آسمان اسلام کے ستارے ہیں لیکن ان ستاروں کا مرکز شمسی حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی کی ذات تھی۔ اعلانیہ دعوت کے علاوہ ان کا مخفی روحانی اثر بھی سعید روحوں کو اسلام کی طرف مائل کرتا تھا۔ چنانچہ اپنے صحن خانہ میں ایک چھوٹی سی مسجد بنائی تھی اور اس میں نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے، آپؓ نہایت رقیق القلب تھے۔ قرآن پاک کی تلاوت فرماتے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے لوگ آپ کے رونے کو دیکھ کر جمع ہو جاتے اور بہت متاثر ہوتے۔

(بخاری باب الہجرۃ النبی ﷺ وصحابہ الی المدینہ ۲۔ ایضاً ۳۔ کنز العمال ج ۶ ص ۳۱۹ فضائل ابی بکرؓ صدیق)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی مکی زندگی

رسول کریم ﷺ نے بعثت کے بعد کفار کی ایذا رسانی کے باوجود تیرہ برس تک مکہ میں تبلیغ ودعوت کا سلسلہ جاری رکھا۔ حضرت ابوبکرؓ اس بے بسی کی زندگی میں جان، مال، رائے ومشورہ، غرض ہر حیثیت سے آپ ﷺ کے دست وبازو اور رنج وراحت میں شریک رہے۔ رسول کریم ﷺ روزانہ صبح وشام حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے جاتے اور دیر تک مجلس قائم رہتی، قبائل عرب اور عام مجمعوں میں تبلیغ وہدایت کے لئے جاتے تو یہ بھی ساتھ ہوتے اور لوگوں سے آپ ﷺ کا تعارف کراتے۔

مکہ میں ابتداءً جن لوگوں نے داعی توحید کو لبیک کہا ان میں کثیر تعداد غلاموں اور لونڈیوں کی تھی جو اپنے مُشرک آقاؤں کے پنجہ ظلم وستم میں گرفتار ہونے کے باعث طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو ان کے جفاکار مالکوں سے خرید کر آزاد کر دیا۔ چنانچہ حضرت بلالؓ، عامر بن فہیرہؓ، نذیرہؓ، نہدیہؓ، جاریہؓ، بنی مولؓ اور بنت نہدیہ وغیرہ نے اسی صدیق کے جود وکرم کے ذریعہ سے نجات پائی۔

کفار جب کبھی رسول کریم ﷺ پر حملہ کرتے تو یہ مخلص جانثار خطرہ میں اپنے آپ کو ڈال کر خود سینہ سپر ہو جاتے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ خانۂ کعبہ میں تقریر فرما رہے تھے

مشرکین اس تقریر سے سخت برہم ہوئے اور اس قدر مارا کہ آپ ﷺ بیہوش ہو گئے ،حضرت ابوبکرؓ نے بڑھ کر کہا' خدا تم کو سمجھے ،کیا تم صرف ان کو اس لئے قتل کر دو گے کہ ایک خدا کا نام لیتے ہیں ۔(فتح الباری ج ۷ ص ۱۲۹، ۲)

بخاری باب مالقی النبیؐ واصحابہ من المشرکین بمکہ باب تزویج النبی ﷺ عائشہؓ

(طبقات ابن معد قسم اول جز وثالث ص ۱۹۳، یہ واقدی کی روایت ہے)

اسی طرح ایک روز رسول کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی حالت میں عقبہ بن معیط نے اپنی چادر سے گلے مبارک میں پھندا ڈال دیا۔اسی وقت اتفاقاً حضرت ابوبکرؓ پہنچ گئے اور اس ناہنجار کی گردن پکڑ کر خیر الانام علیہ السلام سے علیٰحدہ کیا اور فرمایا ''کیا تم اس کو قتل کرو گے جو تمہارے پاس خدا کی نشانیاں لایا اور کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔

حبشہ کی ہجرت

رسول کریم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ میں رشتہ مصاہرت مکہ ہی میں قائم ہوا یعنی حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی حضرت عائشہؓ رسول کریم ﷺ کے نکاح میں آئیں لیکن رخصتی ہجرت کے دو سال بعد ہوئی۔

ابتداء میں ''مشرکین قریش نے مسلمانوں کی قلیل جماعت کو کوئی اہمیت نہ دی لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ روز بروز ان کی تعداد بڑھتی جارہی ہے اور اسلام کا حلقۂ اثر وسیع ہوتا جاتا ہے تو نہایت سختی سے انہوں نے اس تحریک کا سد باب کرنا چاہا۔ایذا اور تکلیف رسانی کی تمام ممکن صورتیں عمل میں لانے لگے،رسول کریم ﷺ نے جب اپنے جانثاروں کو ان مصائب میں مبتلا پایا تو ستم زدوں کو حبش کی طرف ہجرت کی اجازت دی ۔اور بہت سے مسلمان حبش کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی باوجود وجاہت ذاتی اور اعزاز خاندانی کے اس سختی سے محفوظ نہ تھے،چنانچہ جب حضرت طلحہؓ بن عبداللہ ان کی تبلیغ سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو حضرت طلحہؓ

کے چچا نوفل بن خویلد نے ان دونوں کو ایک ساتھ باندھ کر مارا اور حضرت ابوبکرؓ کے خاندان نے کچھ حمایت نہ کی۔ان سے مجبور ہو کر آپ نے رسول کریم ﷺ سے اجازت لی اور رخت سفر باندھ کر عازم حبش ہوئے ،جب آپ مقام برک الغماد میں پہنچے تو ابن الدغنہ رئیس قارہ سے ملاقات ہوئی ۔اس نے پوچھا ابوبکرؓ کہاں کا قصد ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ قوم نے مجھے جلاوطن کر دیا ہے۔اب ارادہ ہے کہ کسی اور ملک کو چلا جاؤں اور آزادی سے خدا کی عبادت کروں۔

ابن الدغنہ کا اعلان

ابن الدغنہ نے کہا کہ تمہاری طرح کا آدمی جلاوطن نہیں کر سکتا تم مفلس و بے نوا کی دست گیری کرتے ہو،قرابت داروں کا خیال رکھتے ہو،مہمان نوازی کرتے ہو،مصیبت زدوں کی اعانت کرتے ہو۔میرے ساتھ واپس چلو اور اپنے وطن ہی میں اپنے خدا کی عبادت کرو۔چنانچہ آپ ابن الدغنہ کے ساتھ پھر مکہ واپس آئے ۔ابن الدغنہ نے قریش کے درمیان اعلان کر دیا کہ آج سے ابوبکرؓ میری امان میں ہیں ۔ایسے شخص کو جلاوطن نہ کرنا چاہئے جو محتاجوں کی خبر گیری کرتا ہے،قرابت داروں کا خیال رکھتا ہے ،مہمان نوازی کرتا ہے اور مصائب میں لوگوں کے کام آتا ہے۔

قریش نے ابن الدغنہ کی امان کو تسلیم کیا لیکن فرمائش کی کہ ابوبکرؓ کو سمجھا دو کہ وہ جب اور جس طرح جی چاہے اپنے گھر میں نمازیں پڑھے اور قرآن کی تلاوت کرے لیکن گھر سے باہر نمازیں پڑھنے کی ان کو اجازت نہیں۔

نماز پر پابندی

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عبادت الٰہی کے لئے اپنے صحن خانہ میں ایک مسجد بنالی تھی ،کفار کو اس پر بھی اعتراض ہوا،انہوں نے ابن الدغنہ کو خبر دی کہ ہم نے تمہاری ذمہ داری پر ابوبکرؓ کو اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ اپنے مکان میں چھپ کر اپنے مذہبی فرائض ادا کریں

لیکن اب وہ صحن خانہ میں مسجد بنا کر اعلان کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، اس سے ہم کو خوف ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے متأثر ہو کر اپنے آبائی مذہب سے بدعقیدہ نہ ہو جائیں۔ اس لئے تم انہیں مطلع کر دو کہ اس سے باز آجائیں ورنہ تم ان کو ذمہ داری سے بری سمجھو۔ ابن الدغنہ نے ابوبکر صدیقؓ سے جا کر کہا۔ تم جانتے ہو کہ میں نے کس شرط پر تمہاری حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ اس لئے یا تو تم اس پر قائم رہو یا مجھے ذمہ داری سے بری سمجھو، میں نہیں چاہتا کہ عرب میں مشہور ہو کہ میں نے کسی کے ساتھ بدعہدی کی لیکن حضرت ابوبکرؓ نے نہایت استغنا کے ساتھ جواب دیا کہ ''مجھے تمہاری پناہ کی ضرورت نہیں میرے لئے خدا اور اس کے رسول کی پناہ کافی ہے۔

(بخاری جلد اول باب ہجرت النبی ﷺ واصحابہ الی المدینہ)

ہجرت کا ارادہ

کفار و مشرکین کا ستم روز بروز زیادہ دراز ہوتا گیا تو آپؐ نے پھر دوبارہ ہجرت کا قصد فرمایا اس وقت تک مدینہ کی سرزمین نور اسلام سے منور ہو چکی تھی اور ستم رسیدہ مسلمانوں کو نہایت خلوص و محبت کے ساتھ اپنے دامن میں پناہ دے رہی تھی۔ اس لئے اس دفعہ آپؐ نے مدینہ کو اپنی منزل قرار دیا اور ہجرت کی تیاری شروع کر دی لیکن بارگاہ نبوتؐ سے یہ حکم ہوا کہ ابھی عجلت سے کام نہ لو کہ خدا کی طرف سے مجھے بھی ہجرت کا حکم ہوگا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نہایت تعجب سے پوچھا۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا آپ ﷺ کو بھی ہجرت کا حکم ہوگا؟ ارشاد ہوا۔ ''ہاں'' عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ!، مجھے ہمراہی کا شرف نصیب ہوگا۔'' فرمایا ''ہاں! تم ساتھ چلو گے'' اس بشارت کے بعد ارادہ ملتوی کر دیا اور چار ماہ تک منتظر رہے۔

رسول کریم ﷺ کے ساتھ ہجرت

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ رسول کریم ﷺ عموماً صبح و شام حضرت ابوبکر صدیقؓ

کے گھر تشریف لایا کرتے تھے۔ ایک روز منہ کو چھپائے ہوئے خلاف معمول ناوقت تشریف لائے اور فرمایا کہ کوئی ہو تو ہٹا دو میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ گھر والوں کے سوا اور کوئی نہیں ہے، یہ سن کر آپ ﷺ اندر تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے ہجرت کا حکم ہو گیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے پھر ہمراہی کی تمنا ظاہر کی۔ ارشاد ہوا ہاں تیار ہو جاؤ، وہ تو چار مہینے سے اسی انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے، فوراً تیار ہو گئے ام المومنین حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ نے جلدی جلدی رخت سفر درست کیا۔ حضرت اسماءؓ کو توشہ دان باندھنے کے لئے کوئی چیز نہیں ملی تو انہوں نے اپنا کمر بند پھاڑ کر باندھا اور دربار نبوت سے ذات النطاقین کا خطاب پایا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پہلے ہی سے دو اونٹ تیار کر لئے تھے۔ ایک رسول کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور ایک پر خود سوار ہوئے۔ اسی طرح نبی ﷺ و صدیقؓ کا مختصر قافلہ مدینہ روانہ ہوا۔ **(بخاری جلد ۳ باب ہجرۃ النبی ﷺ واصحابہ الی المدینہ)**

غار ثور کا قیام

اس قافلہ کی پہلی منزل غار ثور تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے غار میں پہلے داخل ہو کر اس کو درست کیا، جو سوراخ نظر آئے ان کو بند کیا۔ پھر رسول کریم ﷺ کو اندر تشریف لانے کو کہا۔ آپ ﷺ اس غار میں داخل ہوئے اور اپنے رفیق کے پیر پر سر مبارک رکھ کر استراحت فرمانے لگے۔ اتفاقاً اسی حالت میں ایک سوراخ سے جو بند ہونے سے رہ گیا تھا ایک زہریلے سانپ نے سر نکالا، لیکن اس خادم جاں نثار نے اپنے آقا کی راحت میں خلل انداز ہونا گوارہ نہ کیا اور خود اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر اس پر پاؤں رکھ دیا۔ سانپ نے کاٹ لیا زہر اثر کرنے لگا درد و کرب کے باعث آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے لیکن اس وفا شعار رفیق نے اپنے جسم کو حرکت نہ دی کہ اس سے خواب راحت میں خلل اندازی ہوگی۔ اتفاقاً آنسو کا ایک قطرہ ڈھلک کر رسول کریم ﷺ کے چہرے انور پر ٹپکا جس سے آپ ﷺ بیدار ہو گئے

اور اپنے مخلص غمگسار کو بے چین دیکھ کر فرمایا ابوبکر کیا ہے؟ عرض کیا ''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں سانپ نے کاٹ لیا۔'' رسول کریم ﷺ نے اسی وقت اس مقام پر اپنا لعاب دہن لگا دیا۔ اس تریاق سے زہر کا اثر دور ہو گیا۔

(زرقانی ص ۳۸۹، ۲ بخاری ج ۲ باب بنیان الکعبہ باب ہجرت النبیؐ واصحابہ الی المدینۃ)

مکہ کے واقعات کی خبر

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہؓ کو ہدایت کر دی تھی کہ دن کو مکہ میں جو واقعات پیش آئیں رات کو ہمارے پاس آ کر ان کی اطلاع کرتے رہنا، اسی طرح اپنے غلام عامر بن فہیرہؓ کو حکم دیا تھا کہ مکہ کی چراگاہ میں بکریاں چرائیں اور رات کے وقت غار کے نشان قدم پر بکریاں لاتے تا کہ نشان مٹ جائے اور کسی کو شبہ نہ ہو۔ رات کے وقت انہی بکریوں کا تازہ دودھ غذا کے کام آتا غرض تین دن اور تین رات اسی حالت میں بسر ہوئیں اور یہ تمام کارروائی اس احتیاط سے عمل میں آتی تھی کہ قریش کو ذرا بھی شبہ نہ ہو۔

اس عرصہ میں کفار بھی اپنی کوششوں سے غافل نہ تھے جس روز رسول کریم ﷺ نے ہجرت فرمائی ہے اسی روز قریش کی مجلس ملی سے آپ ﷺ کے قتل کا فتویٰ صادر ہو چکا تھا اور تمام ضروری تدبیریں عمل میں آ چکی تھیں۔ چنانچہ ابوجہل وغیرہ نے اس روز رات بھر شانہ اقدس کا محاصرہ رکھا لیکن جب وقت معین پر خواب گاہ میں داخل ہوئے تو وہ گوہر مقصود سے خالی تھا۔ وہاں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دولت کدہ پر گئے اور حضرت اسماءؓ سے ان کے والد کو دریافت کیا۔ انہوں نے لاعلمی ظاہر کی تو ابوجہل نے غضبناک ہو کر زور سے ایک طمانچہ مارا۔ اور اسے یقین ہو گیا کہ یہ دونوں ایک ساتھ یہاں سے روانہ ہو گئے۔ **(سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۶۹)**

رسول کریم ﷺ پر انعام کا اعلان

قریش اپنی ناکامی پر سخت برہم ہوئے۔ اسی وقت اعلان کیا گیا کہ جو شخص محمد ﷺ کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو ۱۰۰ اُونٹ انعام میں دئے جائیں گے۔ چنانچہ متعدد بہادروں نے

مذہبی جوش اور انعام کی طمع میں آپ ﷺ کی تلاش شروع کی۔ مکہ کے اطراف میں کوئی آبادی، ویرانہ، جنگل اور پہاڑ یا سنسان میدان ایسا نہ ہوگا جس کا جائزہ نہ لیا گیا ہو، یہاں تک کہ ایک جماعت غار کے پاس پہنچی، اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نہایت اضطراب ہوا اور حزن آس کے حال میں بولے ''اگر وہ ذرا بھی نیچے کی طرف نگاہ کریں گے تو ہم دیکھ لئے جائیں گے۔'' رسول کریم ﷺ نے آپؓ کو تشفی دی اور فرمایا مایوس وغمزدہ نہ ہوں، ہم صرف دو نہیں ہیں، ایک تیسرا (یعنی خدا) بھی ہمارے ساتھ ہے۔ **(مسلم فضائل ابی بکر الصدیقؓ)**

اس تشفی آمیز جملہ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اطمینان ہو گیا۔ خدا کی قدرت کہ کفار جو تلاش کرتے ہوئے اس غار تک پہنچے تھے، لیکن ان کو مطلق محسوس نہ ہوا کہ وہ یہاں موجود ہیں۔

سراقہ بن جعشم کا گھوڑا

چوتھے روز یہ قافلہ آگے روانہ ہوا۔ اب اس میں بجائے دو کے چار آدمی تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے غلام عامر بن فہیرہؓ کو راستہ کی خدمات کے لئے پیچھے بٹھا لیا ہے۔ عبدبن اریقط آگے آگے راستہ بتاتا جاتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ حفاظت کے لئے کبھی آگے بڑھ جاتے ہیں اور کبھی پیچھے ہو جاتے ہیں۔ اسی اثنا میں سراقہ بن جعشم قریش کا ہرکارہ گھوڑا اڑاتا ہوا قریب پہنچ گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے خوف زدہ ہو کر کہا ''یا رسول اللہ ﷺ! یہ سوار قریب پہنچ گیا۔ ارشاد ہوا، غمگین نہ ہو، خدا ہمارے ساتھ ہے۔'' بارگاہ رب العالمین میں دعا کی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ اتر کر پانسہ پھینک کر فال نکالی۔ جواب آیا کہ اس تعاقب سے دستبردار ہو جاؤ۔ نہ مانا، پھر آگے بڑھا۔ پھر وہی واقعہ پیش آیا۔ مجبور ہو کر امان طلب کی اور واپس آ گیا۔

(بخاری باب ہجرۃ النبیؐ واصحابہ الی المدینۃ)

سفر کے حالات

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے۔ راہ میں بہت سے ایسے شناسا ملے جو رسول کریم ﷺ کو پہچانتے نہ تھے۔ وہ پوچھتے تھے کہ ابوبکرؓ! یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ آپؓ

جواب دیتے کہ یہ ہمارے رہنما ہیں۔غرض اس طرح پہلی منزل ختم ہوئی۔

حضرت ابوبکرؓ نے ایک سایہ دار چٹان کے نیچے فرش درست کر کے اپنے محبوب آقا کے لئے استراحت کا سامان بہم پہنچایا اور خود کھانے کی تلاش میں نکلے۔اتفاق سے ایک چرواہا اسی چٹان کی طرف آرہا تھا کہ اس سے پوچھا کہ یہ بکری کس کی ہیں؟اس نے ایک شخص کا نام لیا۔پھر دریافت فرمایا کہ اس میں کوئی دودھ والی بکری بھی ہے؟اس نے کہا ہاں۔آپؓ نے فرمایا ہمیں دودھ دوگے؟اس نے رضامندی ظاہر کی تو آپ نے ہدایت کی کہ پہلے تھن کو اور ہاتھوں کو گرد وغبار سے اچھی طرح صاف کرلو۔اس نے حسب ہدایات وہ دودھ دوہ کر پیش کیا۔آپ نے ٹھنڈا کرنے کے لئے اس میں تھوڑا سا پانی ملایا اور کپڑے سے چھان کر خدمت بابرکت میں لائے۔آپ ﷺ نے نوش کیا اور آگے کے لئے چل دئے۔

مدینہ کے قریب

اسی طرح یہ مختصر قافلہ دشمنوں کی گھاٹیوں سے بچتا ہوا بارہویں ربیع الاول سنہ نبوت کے چودھویں سال مدینہ کے قریب پہنچا۔انصار کو رسول کریم ﷺ کی روانگی کا حال معلوم ہو چکا تھا وہ نہایت بے چینی سے آپ ﷺ کی آمد کا انتظار کررہے تھے۔آپ ﷺ شہر کے قریب پہنچے تو انصار استقبال کے لئے نکلے اور ہادی برحق کو حلقہ میں لے کر شہر قبا کی طرف بڑھے۔رسول کریم ﷺ نے اس جلوس کو داہنی طرف مڑنے کا حکم دیا اور بنی عمرو بن عوف میں قیام پذیر ہوئے۔یہاں انصار جوق در جوق زیارت کے لئے آنے لگے۔رسول کریم ﷺ خاموشی کے ساتھ تشریف فرما تھے اور حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہوکر لوگوں کا استقبال کررہے تھے بہت سے انصار جو پہلے رسول کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف نہیں ہوئے تھے وہ غلطی سے حضرت ابوبکرؓ کے گرد جمع ہونے لگے، یہاں تک کہ جب آفتاب سامنے آنے لگا اور جاں نثار خادم نے بڑھ کر اپنی چادر سے آقائے نامدار پر سایا کیا تو اس وقت خادم ومخدوم میں امتیاز ہوگیا اور لوگوں نے آپ ﷺ کو پہچانا۔

(بخاری باب ہجرۃ النبی ﷺ واصحابہ الی المدینۃ) (طبقات ابن سعد قسم اول جز وثالث ص ۱۲۳) (بخاری باب مقدم النبیؐ واصحابہ الی المدینۃ)

قبا کا قیام

حضرت سرورِ کائنات ﷺ قبا میں چند روز مقیم رہ کر مدینہ تشریف لائے اور حضرت ابوایوب انصاریؓ کے یہاں مہمان ہوئے حضرت ابوبکرؓ بھی ساتھ آئے اور حضرت خارجہ بن زیدؓ ابن ابی زہیر کے مکان میں قیام کیا کچھ عرصہ کے بعد آپ کے اہل وعیال بھی حضرت طلحہؓ کے ساتھ مدینہ پہنچ آئے۔لیکن مدینہ کی آب وہوا مہاجرین کے لئے نہایت ناموافق ہوئی۔خصوصاً حضرت ابوبکرؓ ایسے شدید بخار میں مبتلا ہوئے کہ زندگی سے مایوس ہوگئے ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حال پوچھا تو اس وقت یہ شعر پڑھا۔

کل امرء مصبح فی اھلۃ والموت ادنی من شراک نعلہ

''ہر آدمی اس حالت میں ساتھ اپنے اہل وعیال میں صبح کرتا ہے کہ موت جوتے کے تسمہ سے بھی قریب تر ہوتی ہے''۔

حضرت عائشہؓ یہ حال دیکھ کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کیفیت عرض کی۔رسول اللہ ﷺ نے اسی وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا:

اللھم حبب الینا المدینۃ کحبتنا مکہ او اشد وصححھا وبارک لنا فی صاعھا ومدھا وانقل حماھا فاجعلھا بالجحفۃ۔

''اے خدا تو مکہ کی طرح یا اس سے بھی زیادہ مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا کر،اس کو بیماریوں سے پاک فرما،اس کے صاع اور مد میں برکت دے اور اس کے (دبائی) بخار کو جحفہ میں منتقل کردے۔'' دعا قبول ہوئی۔حضرت ابوبکرؓ بستر مرض سے اٹھ کر کھڑے ہوئے اور مدینہ کی ہوا مہاجرین کے لئے مکہ سے بھی زیادہ خوش آئند ہوگئی۔

مؤاخات یعنی بھائی چارہ

مدینہ پہنچنے کے بعد رسول کریم ﷺ نے مہاجرین وانصار کی باہمی اجنبیت

وبیگانگی کو دور کرنے کے لئے ایک دوسرے سے بھائی چارہ کرادیا۔اس مؤاخات میں طرفین کے اعزاز ومرتبہ کا خاص طور پر لحاظ کیا گیا۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کی برادری حضرت حارثہ بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قائم کی گئی جو مدینہ میں ایک معزز شخصیت کے مالک تھے۔

مسجد نبوی کی تعمیر کے لئے زمین

مدینہ اسلام کے لئے آزادی کی سرزمیں تھی ۔فرزندان توحید جو کفار کے خوف سے ادھر اُدھر منتشر ہو گئے تھے آہستہ آہستہ اس مرکز پر جمع ہونے لگے اور اب آزادی واجتماع کے ساتھ معبود حقیقی کی پرستش کا موقع حاصل ہوا۔اس بناء پر رسول اللہ ﷺ کو سب سے پہلے تعمیر مسجد کا خیال پیدا ہوا،اس کے لئے جو زمین منتخب ہوئی وہ دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی ،گو ان کے اولیاء واقربا، بلا قیمت پیش کرنے پر مصر تھے،تاہم رحمت اللعالمین ﷺ نے اسے لینا پسند نہ فرمایا اور حضرت ابوبکرؓ سے اس کی قیمت دلوادی ۔اس طرح مدینہ پہنچنے کے بعد ہی سب سے پہلے صدیق اکبرؓ ہی کے ابر کرم نے اسلام کے لئے جود وسخا کی بارش کی اور اس مسجد کے زمین کی قیمت ادا کرنے کے علاوہ تعمیر میں بھی نوجوانوں کے ساتھ سرگرم عمل رہے۔

حجۃ الوداع

۱۰ھ میں رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے ۔حضرت ابوبکرؓ ہمرکاب تھے۔اس سفر سے واپس آنے کے بعد آپ ﷺ نے ایک مفصل خطبہ دیا اور فرمایا ’’خدا نے ایک بندہ کو دنیا اور عقبیٰ کے درمیان اختیار دیا تھا لیکن اس نے عقبیٰ کو دنیا پر ترجیح دی۔‘‘

حضرت ابوبکرؓ یہ سن کر رونے لگے لوگوں کو سخت تعجب ہوا کہ یہ رونے کا کونسا موقع تھا،لیکن درحقیقت ان کی فراست دینی اس کنایہ کی تہہ تک پہنچ گئی اور وہ سمجھ گئے تھے کہ بندہ سے مراد خود ذات اقدس ﷺ ہے۔ چنانچہ اس تقریر کے بعد ہی رسول کریم ﷺ بیمار ہوئے ،مرض روز بروز بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ مسجد نبویؐ میں تشریف لانے سے بھی معذور ہو گئے اور حکم

ہوا کہ ابوبکرؓ امامت کی خدمت انجام دیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امامت

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امامت کے لئے منتخب کیا گیا تو حضرت عائشہؓ کو خیال ہوا کہ اگر امامت کا شرف حضرت ابوبکرؓ کو عطا کیا جائے گا تو لوگ حسد کرنے لگیں گے۔اسلئے وہ خود اور ان کی تحریک سے حضرت حفصہؓ نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا کہ ابوبکرؓ نہایت رقیق القلب ہیں اس لئے یہ منصب جلیل عمرؓ کو عطا کیا جائے لیکن رسول کریم ﷺ نے ابوبکرؓ کی امامت کے لئے اصرار کے ساتھ حکم دیا اور سختی سے فرمایا ’’تم (عورتیں) وہی ہو جنہوں نے یوسف کو دھوکہ دینا چاہا تھا‘‘۔

وفات سے پہلے رسول کریم ﷺ نے امامت کا حکم دیا

حضرت ابوبکرؓ کو جب اس حکم نبوی ﷺ کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ تم نماز پڑھاؤ۔انہوں نے کہا کہ آپ مجھ سے زیادہ مستحق ہیں۔غرض اس روز سے حضرت ابوبکرؓ ہی نماز پڑھاتے رہے۔ایک روز حسب معمول نماز پڑھا رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ۔حضرت ابوبکرؓ نے رسول کریم ﷺ کو دیکھ کر پیچھے ہٹنا چاہا لیکن آپ ﷺ نے اشارہ سے منع فرمایا اور خود ان کے داہنے پہلو میں بیٹھ کر نماز ادا کی۔

رسول کریم ﷺ کی وفات والے دن امامت

۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کے روز جس دن رسول کریم ﷺ نے وفات پائی حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے،رسول کریم ﷺ نے حجرے کا پردہ اٹھا کر دیکھا اور خوش ہو کر مسکرائے تو حضرت ابوبکرؓ نے اس خیال سے کہ شاید آپ ﷺ نماز کے لئے تشریف لائیں گے پیچھے ہٹنا چاہا لیکن اشارہ سے حکم ہوا کہ نماز پوری کرو اور پھر پردہ گرادیا۔ چونکہ اس روز بظاہر رسول کریم ﷺ کے مرض میں افاقہ معلوم ہوتا تھا اس لئے حضرت ابوبکرؓ نماز کے

بعد اجازت لے کر مقام سخ کو جہاں ان کی زوجہ محترمہ حضرت خارجہؓ بنت زہیر رہتی تھیں تشریف لے گئے ،حضرت ابوبکر صدیقؓ سخ سے واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو چکا تھا اور مسجد کے دروازہ پر ایک ہنگامہ برپا تھا،لیکن وہ کسی سے کچھ بات نہ کی اور سیدھے حضرت عائشہؓ کے مکان میں داخل ہوئے اور اپنے محبوب آقا کے نورانی چہرہ سے نقاب اٹھا کر پیشانی پر بوسہ دیا اور رو کر کہا۔

بابی انت بکر وامی واللہ لا یجمع اللہ علیک موتتین اما الموتة التی کتبت علیک فقد ذقتھا ثم لن تصیبک بعدہ موتة ابدا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غم

پھر چادر ڈال کر باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت عمرؓ جوش وغم میں تقریر کر رہے تھے۔اور قسم کھا کھا کر رسول اللہ ﷺ کے انتقال فرمانے سے انکار کر رہے تھے ،حضرت ابوبکرؓ نے یہ حال دیکھا تو فرمایا ''عمرؓ!تم بیٹھ جاؤ'' لیکن انہوں نے غم میں کچھ خیال نہ کیا،تو آپؓ نے الگ کھڑے ہو کر تقریر شروع کر دی اور تمام مجمع آپ کی طرف دوڑ پڑا اور حضرت عمرؓ تنہا رہ گئے۔آپؓ نے فرمایا:

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تقریر

امابعد فمن کان یعبد محمد افان محمد اقدمَاتَ ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لایموت قال اللہ تعالی ومامحمد الا رسول قدخلت من قبلہ الرسل۔الایة۔

یہ تقریر ایسی دل نشیں تھی کہ ہر ایک کا دل مطمئن ہو گیا۔خصوصاً جو آیت آپ نے تلاوت فرمائی وہ ایسا با موقع تھا کہ اسی وقت زبان زد خاص وعام ہو گئی۔حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم!ہم لوگوں کو معلوم ہوا کہ گویا یہ آیت نازل ہی نہیں ہوئی تھی۔

خلافت کا فتنہ

رسول اللہ ﷺ کے انتقال کی خبر مشہور ہوتے ہی منافقین کی سازش سے مدینہ میں خلافت کا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا اور انصار نے سقیفہ بنی ساعدہ میں مجتمع ہو کر خلافت کی بحث چھیڑ دی ،مہاجرین کو خبر ہوئی تو وہ بھی مجتمع ہوئے اور معاملہ اس حد تک پہنچ گیا کہ اگر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو وقت پر اطلاع نہ ہو جاتی تو مہاجرین اور انصار جو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بھائی بھائی کی طرح رہتے تھے باہم دست وگریباں ہو جاتے اور اس طرح اسلام کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہو جاتا لیکن خدا کو توحید کی روشنی سے تمام عالم کو منور کرنا تھا۔اس لئے اس نے آسمان اسلام پر ابوبکرؓ وعمرؓ جیسے مہر وماہ پیدا کر دیئے۔

انصار ومہاجرین کا اختلاف

حضرت ابوبکرؓ ،حضرت عمرؓ کو ساتھ لئے ہوئے سقیفہ بنی ساعدہ پہنچے،انصار نے دعویٰ کیا کہ ایک امیر ہمارا ہو اور ایک تمہارا۔ظاہر ہے کہ اس دوعملی کا نتیجہ کیا ہوتا؟ممکن تھا کہ مسند خلافت مستقل طور پر صرف انصار ہی کے سپرد کر دی جاتی،لیکن وقت یہ تھا کہ قبائل عرب خصوصاً قریش ان کے سامنے گردن اطاعت خم نہیں کر سکتے تھے۔پھر انصار میں بھی دو گروہ تھے اوس اور خزرج اور ان میں باہم اتفاق نہ تھا۔غرض ان باتوں کو پیش نظر رکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے کہا ''امراء ہماری جماعت سے ہوں اور وزراء تمہاری جماعت سے۔'' اس پر حضرت حبّابؓ بن المنذر انصاری بول اٹھے،نہیں!خدا کی قسم نہیں۔ایک امیر ہمارا ہو اور ایک تمہارا۔'' حضرت ابوبکرؓ نے یہ جوش وخروش دیکھا تو نرمی وآشتی کے ساتھ انصار کے فضائل ومحاسن کا اعتراف کر کے فرمایا:

''اے لوگوں!مجھے آپ کے محاسن سے انکار نہیں لیکن درحقیقت تمام عرب قریش کے سوا کسی کی حکومت تسلیم ہی نہیں کر سکتا۔پھر مہاجرین اپنے تقدم اسلام اور رسول اللہ ﷺ سے خاندانی تعلقات کے باعث نسبتاً آپ سے زیادہ استحقاق رکھتے ہیں یہ دیکھو ابوعبیدہؓ بن

الجرّاح اور عمرؓ بن خطاب موجود ہیں ان میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کرلو۔''

لیکن حضرت عمرؓ نے پیش قدمی کرتے ہوئے خود حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا اور کہا: ''نہیں بلکہ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں کیوں کہ آپ ہمارے سردار اور ہم لوگوں میں سب سے بہتر ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔''

چنانچہ اس مجمع میں حضرت ابوبکرؓ سے زیادہ کوئی بااثر بزرگ اور معمر نہ تھا اس لئے اس انتخاب کو سب نے استحسان کی نگاہ سے دیکھا اور تمام خلقت بیعت کے لئے ٹوٹ پڑی۔ اس طرح اٹھتا ہوا طوفان دفعتہ رک گیا اور لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے۔

اس فرض سے فارغ ہونے کے بعد دوسرے روز مسجد میں بیعت عامہ ہوئی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے منبر پر بیٹھ کر ان الفاظ میں اپنے آئندہ طرز عمل کی توضیح فرمائی:

دوسرے دن کی بیعت اور تقریر

یاایھاالناس فانی قد ولیت علیکم و لست بخیر کم فان أحسنت فاعینونی وان اسأت فقومونی الصدق امانة والکذب خیانة والضعیف فیکم قوی عندی حتی ازیح حقه فقد انشاء اللّٰه والقوی فیکم ضعیف عندی حتی اخذالحق منه ان شاء اللّٰه لایدع قوم الجهاد فی سبیل اللّٰه الاضربهم اللّٰه بالذل ولاتشیع الفاحشة فی قوم قط الا عمهم اللّٰه بالبلاء واطیعونی مااطعت اللّٰه ورسوله فاذا عصیت اللّٰه ورسوله فلا طاعة لی علیکم قوموالی صلاتکم یرحمکم اللّٰه۔

''اے لوگو! میں تم پر حاکم مقرر کیا گیا ہوں حالانکہ میں تم لوگوں میں سب سے بہتر نہیں ہوں، اگر میں اچھا کام کروں تو تم میری اعانت کرو اور اگر برائی کی طرف جاؤں مجھے سیدھا کرو، صدق امانت ہے اور کذب خیانت ہے انشاء اللہ تمہارا ضعیف فرد بھی میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ میں اس کا حق واپس دلا دوں، انشاء اللہ اور تمہارا قوی مرد بھی

میرے نزدیک ضعیف ہے یہاں تک کہ میں اس سے دوسروں کا حق دلا دوں جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے اس کو خدا ذلیل وخوار کر دیتا ہے اور جس قوم میں بدکاری عام ہو جاتی ہے خدا اس کی مصیبت کو بھی عام کر دیتا ہے میں خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو، لیکن جب خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر اطاعت نہیں، اچھا اب نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ، خدا تم پر رحم کرے۔''

حضرت علیؓ کی بیعت کا واقعہ

گو تمام مسلمانوں نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور وہ باقاعدہ مسند خلافت پر متمکن ہو گئے۔ تاہم حضرت علیؓ اور ان کے بعض دوسرے صحابہؓ نے کچھ دنوں تک بیعت میں تاخیر کی۔ اس توقف نے تاریخ اسلام میں عجیب وغریب مباحث پیدا کر دیئے ہیں جن کی تفصیل کے لئے اس اجمال میں گنجائش نہیں۔ تاہم ان کا حق پرست دل نفسانیت سے پاک تھا، اس لئے یہ کسی طرح قیاس میں نہیں آتا کہ محض کسی آرزو نے ان کو چھ ماہ تک جمہور مسلمانوں سے انحراف پر مائل رکھا ہو۔ اس بنا پر دیکھنا چاہئے کہ خود حضرت علیؓ نے اس توقف کی کیا وجہ بیان کی ہے۔ ابن سعد کی روایت ہے:

''محمد بن سیرین کی روایت ہے کہ جب ابوبکرؓ کی بیعت کی گئی تو علیؓ نے بیعت میں دیر کی اور خانہ نشین رہے اور ابوبکرؓ سے کہلا بھیجا کہ میری بیعت سے آپ کی تاخیر کا کیا سبب ہے؟ کیا آپ میری امارت کو ناپسند کرتے ہیں؟ علیؓ نے کہا کہ میں آپ کی امارت کو ناپسند نہیں کرتا لیکن میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن جمع نہ کرلوں نماز کے سوا اپنی چادر نہیں اوڑھوں گا۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بیعت میں دیر ہو جانے کی حقیقی وجہ کیا تھی؟ ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ باغ فدک اور مسئلہ وراثت کا بھی تھا (جن کا تذکرہ آئندہ آئے گا) چنانچہ جب حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو تنہا بلا کر ان کے فضل وشرف کا اعتراف فرمایا

اور کہا کہ خدا نے آپ کو جو درجہ عطا کیا ہے ہم اس پر حسد نہیں کرتے۔

حضرت علیؓ نے اس کو کچھ اس انداز سے کہا کہ خلیفۂ اول کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور جواب دیا ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اپنے رشتہ داروں سے رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کو زیادہ عزیز رکھتا ہوں، رہا رسول اللہ ﷺ کی متروکہ جائداد کا جھگڑا تو اس میں میں نے رسول اللہ ﷺ کے طرز عمل سے سرمو انحراف نہیں کیا''

غرض اس طرح دونوں کا آئینہ دل صاف ہو گیا اور بعد نماز ظہر حضرت ابوبکرؓ نے مجمع عام میں حضرت علیؓ کی طرف عذر کیا تو حضرت علیؓ نے شاندار الفاظ میں ان کے فضل وشرف کا اعتراف کیا۔

خلافت کے بعد

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مسند آرائے خلافت ہوتے ہی اپنے سامنے صعوبات ،مشکلات اور خطرات کا ایک پہاڑ نظر آنے لگا۔ایک طرف جھوٹے مدعیان نبوت اٹھ کھڑے ہوئے تھے ،دوسری طرف مرتدین اسلام کی ایک جماعت علم بغاوت بلند کئے ہوئے تھی ۔منکرین زکوٰۃ نے علیحدہ شورش برپا کر رکھی تھی۔ان دشواریوں کے ساتھ حضرت اسامہؓ بن زید کی مہم بھی درپیش تھی جن کو رسول کریم ﷺ نے اپنی حیات ہی میں شام پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا تھا۔اسی مہم کے متعلق صحابہ کرامؓ نے رائے دی کہ اسکو ملتوی کر کے پہلے مرتدین وکذاب مدعیان نبوت کا قلع قمع کیا جائے۔لیکن خلیفہ اول کی طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ ارادۂ نبوی ﷺ اور حکم رسالت مآب ﷺ معرض التوا میں پڑ جائے اور جو علم رسول اللہ ﷺ کے ایماء سے روم کے مقابلہ کے لئے بلند کیا گیا تھا اس کو کسی دوسری جانب حرکت دی جائے۔چنانچہ آپ ﷺ نے برہم ہو کر فرمایا ''خدا کی قسم !اگر مدینہ اس طرح آدمیوں سے خالی ہو جائے کہ درندے آ کر میری ٹانگ کھینچنے لگیں جب بھی میں اس مہم کو روک نہیں سکتا۔(تاریخ الخلفاء ص ۷۱)

حضرت اسامہ بن زیدؓ کی مہم

غرض خلیفۂ اول نے خطرات ومشکلات کے باوجود حضرت اسامہؓ کو روانگی کا حکم دیا اور خود دور تک پیدل چل کر ان کو نہایت زریں ہدایات فرمائیں، چونکہ اسامہؓ گھوڑے پر سوار تھے اور جانشین رسول ﷺ پیدل گھوڑے کے ساتھ دوڑ رہے تھے۔اس لئے انہوں نے تعظیماً عرض کیا کہ ''اے جانشین رسول ﷺ! خدا کی قسم آپ گھوڑے پر سوار ہو لیں ورنہ میں بھی اترتا ہوں۔'' بولے ''اس میں کیا مضائقہ ہے، اگر میں تھوڑی دیر تک راہ خدا میں اپنا پاؤں غبار آلود کروں، غازی کے ہر قدم کے عوض سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (طبری ص ۱۸۵)

حضرت اسامہؓ کی مہم رخصت ہو کر حدود شام میں پہنچی اور اپنا مقصد پورا کر کے یعنی حضرت زیدؓ کا انتقام لے کر نہایت کامیابی کے ساتھ چالیس دن میں واپس آئی اور حضرت ابوبکرؓ نے دیگر صحابۂ کرام کے ساتھ مدینہ سے باہر نکل کر نہایت جوش مسرت سے ان کا استقبال فرمایا۔

نبوت کا دعویٰ کرنے والے

رسول کریم ﷺ ہی کی زندگی میں ہی بعض مدعیان نبوت پیدا ہو چکے تھے ۔چنانچہ مسیلمہ کذاب نے ۱۰ھ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور رسول کریم ﷺ کو لکھا تھا کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ نبوت میں شریک ہوں ،نصف دنیا آپ کی ہے اور نصف میری ۔سرور کائنات ﷺ نے اس کا جواب دیا تھا۔

''من محمد رسول اللہ الی مسیلمة کذاب امابعد فان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبة للمتقین''۔(تاریخ طبری ص ۱۷۴۹)

''محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کو، امابعد دنیا خدا کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے گا اس کا وارث بنائے گا اور انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے''۔

لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اور بھی بہت سے مدعیان نبوت پیدا ہو گئے تھے اور روز بروز ان کی قوت بڑھتی جاتی تھی۔ چنانچہ طلیحہ بن خویلد نے اپنے اطراف میں علم نبوت بلند کیا تھا بنو غطفان اس کی مدد پر تھے اور عینیہ بن حصن فزاری ان کا سردار تھا، اسی طرح ''اسود عنسی'' نے یمن میں اور مسیلمہ بن حبیب نے یمامہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا، مرد تو مرد یہ ایسا مرض عام ہو گیا تھا کہ عورتوں کے سر میں بھی نبوت کا سودا سما گیا تھا۔ چنانچہ سجاح بنت حارثہ تمیمہ نے نہایت زور شور کے ساتھ نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اشعث بن قیس اس کا داعی خاص تھا، سجاح نے آخر میں اپنی قوت مضبوط کرنے کے لئے مسیلمہ سے شادی کر لی تھی اور یہ مرض وباء کی طرح تمام عرب میں پھیل گیا تھا۔ اس کے انسداد کی نہایت سخت ضرورت تھی اس بنا پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خاص طور پر اس کی توجہ کی اور صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا کہ اس مہم کے لئے کون شخص زیادہ موزوں ہوگا؟

حضرت علیؓ کا نام لیا گیا لیکن وہ اسوقت تک تمام تعلقات دنیوی سے کنارہ کش تھے اس لئے قرعہ اندازی کی گئی تو اس میں حضرت خالد بن ولید کا نام نکلا۔ چنانچہ وہ ۱۱ھ میں حضرت ثابت ابن قیس انصاریؓ کے ساتھ مہاجرین وانصار کی ایک جماعت لے کر نبوت کا دعویٰ کرنے والے کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے۔ **(تاریخ طبری ص ۱۸۸۷)**

نبوت کا دعویٰ کرنے والوں کے خلاف جنگ

حضرت خالد بن ولید نے سب سے پہلے طلیحہ کی جماعت پر حملہ کر کے اس کے متبعین کو قتل کیا اور عینیہ بن حصن کو گرفتار کر کے تیس قیدیوں کے ساتھ مدینہ روانہ کیا اور عینیہ بن حصن نے مدینہ پہنچ کر اسلام قبول کر لیا۔ لیکن طلیحہ شام کی طرف بھاگ گیا اور وہاں سے عذر خواہی کے طور پر دو شعر لکھ کر بھیجے اور تجدید اسلام کر کے حلقہ مومنین میں داخل ہو گیا۔

(تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۵)

مسیلمہ کذاب کو ختم کرنے کے لئے حضرت شرجیل بن حسنہ روانہ کئے گئے لیکن قبل اس کے کہ وہ حملہ کی ابتداء کریں حضرت خالد بنؓ ولید کو ان کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ

انہوں نے مجاعہ کو شکست دی۔ اس کے بعد خود مسیلمہ سے مقابلہ ہوا۔ مسیلمہ نے اپنے متبعین کو ساتھ لے کر خوب جنگ کی اور مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد اس میں شہید ہوئی جس میں بہت سے حفّاظ قرآن تھے، لیکن آخر میں فتح مسلمانوں کے ہاتھ رہی اور مسیلمہ کذّاب حضرت وحشیؓ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ مسیلمہ کی بیوی سجاح جو خود مدعی نبوت تھی بھاگ کر بصرہ پہنچی اور کچھ دنوں کے بعد مر گئی۔

اسود عنسی نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں اس کی قوت زیادہ بڑھ گئی تھی، اس کو قیس بن مکشوح اور فیروز دیلمی نے نشہ کی حالت میں واصل جہنم کیا۔ **(تاریخ طبری ص ۱۷۶۳)**

حضرت ابوبکرؓ کی مرتدین کے خلاف جنگ

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بہت سے سرداران عرب مرتد ہو گئے اور ہر ایک اپنے حلقہ کا بادشاہ بن بیٹھا۔ چنانچہ نعمان بن منذر نے بحرین میں سر اٹھایا۔ لقیط بن مالک نے عمان میں علم بغاوت بلند کیا، اسی طرح کندہ کے علاقہ میں بہت سے بادشاہ پیدا ہو گئے۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے مدعیان نبوت سے فارغ ہونے کے بعد اس طرف توجہ کی۔ چنانچہ علاء بن حضرمیؓ کو بحرین بھیج کر نعمان بن منذر کا قلع قمع کرایا۔ اسی طرح حذیفہؓ بن محصن کی تلوار سے لقیط بن مالک کو قتل کرا کے سرزمین عمان کو پاک کیا اور زیاد بن لبیدؓ کے ذریعہ سے ملوک کندہ کی سرکوبی کی۔ **(تاریخ طبری ص ۱۸۶۳)**

منکرین زکوٰۃ کے خلاف جنگ

مدعیان نبوت اور مرتدین کے علاوہ ایک تیسرا گروہ منکرین زکوٰۃ کا تھا چونکہ یہ گروہ اپنے کو مسلمان کہتا تھا اور صرف زکوٰۃ ادا کرنے سے منکر تھا اس لئے اس کے خلاف تلوار اٹھانے کے متعلق خود صحابہؓ میں اختلاف رائے ہوا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ جیسے بزرگ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ آپ ایک ایسی جماعت کے خلاف کس طرح جنگ کر سکتے

ہیں جو توحید و رسالت کا اقرار کرتی ہے اور صرف زکوٰۃ کی منکر ہے لیکن خلیفہ اول کو غیر متزلزل ارادہ نے اختلاف رائے سے مطلق متأثر نہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے صاف کہہ دیا کہ ''خدا کی قسم! اگر ایک بکری کا بچہ بھی جو رسول اللہ ﷺ کو دیا جاتا تھا اور اب کوئی دینے سے انکار کرے گا تو میں اسکے خلاف جہاد کروں گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑی سی تنبیہ کے بعد تمام منکرین خود زکوٰۃ لے کر بارگاہ خلافت میں حاضر ہوئے اور پھر حضرت عمرؓ کو بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے کا اعتراف کرنا پڑا۔ (تاریخ طبری ص ۱۸۶۳)

قرآن کو جمع کرنے کا کام

مقابلہ میں بہت سے حفاظ قرآن شہید ہوئے خصوصاً یمامہ کی خونریز جنگ میں اس قدر صحابۂ کرام کام آئے کہ حضرت عمرؓ کو اندیشہ ہوگیا کہ اگر صحابہؓ کی شہادت کا یہی سلسلہ قائم رہا تو قرآن شریف کا بہت بڑا حصہ ضائع ہوجائے گا۔ اسلئے انہوں نے خلیفۂ اول سے قرآن شریف کے جمع و ترتیب کی درخواست کی۔ حضرت ابوبکر صدیق کو پہلے عذر ہوا کہ جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا ہے اس کو میں کس طرح کروں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ کام اچھا ہے، اور ان کے اصرار سے حضرت ابوبکر صدیق کے ذہن میں بھی یہ بات آ گئی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت زید بن ثابتؓ کو جو عہد نبوت میں کاتب وحی تھے قرآن شریف کے جمع کرنے کا حکم دیا۔ پہلے ان کو بھی اس کام میں عذر ہوا لیکن پھر اس کی مصلحت سمجھ میں آ گئی اور نہایت سورہ احتیاط کے ساتھ تمام متفرق اجزاء کو جمع کر کے ایک کتاب کی صورت میں مدون کیا۔ (بخاری ج ۲ ص ۷۴۵)

باہمی ترتیب اور سورتوں کے نام

قرآن شریف کی جمع و ترتیب کے متعلق ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ عہد نبوت میں کلام مجید کی آیتوں اور سورتوں میں باہم کوئی ترتیب نہ تھی اور نہ سورتوں کے نام وضع ہوئے تھے اس لئے عہد صدیقؓ میں جو کام انجام پایا وہ ان ہی آیات و سورتوں کو باہم مرتب کرنا تھا۔ لیکن یہ ایک افسوس ناک غلطی ہے۔ درحقیقت جس طرح قرآن کی ہر آیت الہامی ہے۔ اسی

طرح آیات و سورتوں کی باہمی ترتیب اور سورتوں کے نام بھی الہامی ہیں اور خود رسول کریم ﷺ کی زندگی میں یہ تمام کام انجام پا چکے تھے۔

عہد نبوی میں لکھنے کا طریقہ

قرآن شریف کی آیتیں عموماً کسی خاص واقعہ اور ضرورت کے پیش آجانے پر نازل ہوتی تھیں اور صحابہؓ ان کو کھجور کی شاخ، ہڈی، چمڑے، پتھر کی تختی یا کسی خاص قسم کے کاغذ پر لکھ لیتے تھے اور رسول کریم ﷺ کی ہدایت کے مطابق ترتیب دیتے تھے۔ جب ایک سورہ ختم ہوجاتی تو وہ علیحدہ نام سے موسوم ہوجاتی تھی اور پھر دوسری شروع ہوجاتی تھی۔ کبھی ایک ساتھ دو سورتیں نازل ہوئیں اور رسول کریم ﷺ دونوں کو الگ الگ لکھواتے جاتے، غرض اس طرح آپ کے زمانہ ہی میں سورتیں مدون و مرتب ہوچکی تھیں، اور ان کے نام بھی متعین ہوچکے تھے۔ حدیثوں میں ذکر آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں فلاں فلاں سورتیں پڑھیں یا فلاں سورۃ سے فلاں سورۃ تک تلاوت فرمائی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ ﷺ نے نماز میں سورہ بقرہ، آل عمران اور نساء پڑھی، سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص کے ذکر سے تو شاید حدیث کی کوئی کتاب خالی نہ ہوگی۔

علامہ حافظ ابن حجر بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں:

قداعلم اللّٰہ تعالی فی القران بانه مجموع فی الصحف فی قوله یتلوصحفا مطهرة الایة وکان القران مکتوبا فی الصحف لکن کانت متفرقة فجمعها ابوبکر فی مکان واحد ثم کانت بعده محفوظة الی ان امر عثمان بالنسخ منها عده مصاحف وارسل بها الی الامصار۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۱۰)

''اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اپنے قول یتلو اصحفا مطہرۃ الایہ میں بیان فرمایا ہے کہ قرآن صحیفوں میں جمع ہے، قرآن شریف صحیفوں میں لکھا ہوا ضرور تھا لیکن متفرق تھا، حضرت ابوبکرؓ نے ایک جگہ جمع کر دیا، پھر ان کے بعد محفوظ رہا، یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ نے متعدد نسخے نقل کرا کے دوسری شہروں میں روانہ کر دیئے۔

صحیفۂ صدیقی

حضرت زید بن ثابتؓ کا مدون کیا ہوا نسخہ حضرت ابوبکرؓ کے خزانہ میں محفوظ رہا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کے قبضہ میں آیا۔ حضرت عمرؓ نے ام المومنین حضرت حفصہؓ کے حوالہ فرمایا اور وصیت کردی کہ کسی شخص کو نہ دیں۔ البتہ جس کو نقل کرنا یا اپنا نسخہ صحیح کرنا ہو وہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد میں حضرت حفصہؓ سے عاریۃً لے کر چند نسخے نقل کرائے اور دوسرے مقامات میں روانہ کردیئے۔ لیکن اصل نسخہ بدستور حضرت حفصہؓ کے پاس محفوظ رہا۔ لیکن انہوں نے دینے سے انکار کردیا اور تاحیات اپنے پاس محفوظ رکھا۔ ان کے انتقال کے بعد مروان نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے لے کر اس کو ضائع کردیا۔

مرض الوفات

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کو ابھی صرف سوا دو برس ہوئے تھے اور اس قلیل عرصہ میں مدعیان نبوت، مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کی سرکوبی کے بعد فتوحات کی ابتداء ہی ہوئی تھی کہ پیام اجل پہنچ گیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن جب کہ موسم نہایت سرد و خنک تھا، آپؓ نے غسل فرمایا، غسل کے بعد بخار آ گیا اور مسلسل پندرہ دن تک شدت کے ساتھ قائم رہا۔ اس اثناء میں مسجد میں تشریف لانے سے بھی معذور ہوگئے۔ چنانچہ آپؓ کے حکم سے حضرت عمرؓ امامت کی خدمت کے فرائض انجام دیتے تھے۔

حضرت عمرؓ کی خلافت کا مشورہ

مرض جب روز بروز بڑھتا گیا اور افاقہ سے مایوسی ہوتی گئی تو صحابۂ کرامؓ کو بلا کر جانشینی کے متعلق مشورہ کیا اور حضرت عمرؓ کا نام پیش کیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے کہا ''عمرؓ کے اہل ہونے میں کس کو شبہ ہوسکتا ہے لیکن وہ کچھ متشدد ہیں۔'' حضرت عثمانؓ نے کہا کہ ''میرے خیال میں عمرؓ کا باطن ظاہر سے اچھا ہے۔'' لیکن بعض صحابۂ کرام کو حضرت

عمرؓ کے تشدد کے باعث پس و پیش تھی۔ چنانچہ حضرت طلحہؓ عیادت کے لئے آئے تو شکایت کی کہ آپ عمرؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں، حالانکہ جب آپ کے سامنے وہ اس قدر متشدد تھے تو خدا جانے آئندہ کیا کریں گے؟

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواب دیا ''جب ان پر خلافت کا بار پڑے گا تو ان کو خود نرم ہونا پڑے گا۔'' اسی طرح ایک دوسرے صحابی نے کہا، آپ عمرؓ کے تشدد سے واقف ہونے کے باوجود ان کو جانشین کرتے ہیں، ذرا سوچ لیجئے آپؓ خدا کے یہاں جا رہے ہیں وہاں کیا جواب دیجئے گا'' فرمایا ''میں عرض کروں گا خدایا! میں نے تیرے بندوں میں سے اس کو منتخب کیا ہے جو ان میں سب سے اچھا ہے۔''

غرض سب کی تشفی کے بعد حضرت عثمانؓ کو بلا کر عہد نامۂ خلافت لکھوانا شروع کیا۔ ابتدائی الفاظ لکھے جا چکے تھے کہ غشی طاری ہوگئی۔ حضرت عثمانؓ نے یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ کا نام اپنی طرف سے بڑھا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو حضرت عثمانؓ سے کہا کہ پڑھ کر سناؤ۔ انہوں نے پڑھا تو بے ساختہ اللہ اکبر پکار اٹھے اور کہا خدا تمہیں جزائے خیر دے تم نے میرے دل کی بات لکھ دی۔

غرض عہد نامہ مرتب ہو چکا تو اپنے غلام کو دیا کہ مجمع عام میں سنا دے اور خود بالاخانہ پر تشریف لے جا کر تمام حاضرین سے فرمایا میں نے اپنے عزیز بھائی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا ہے بلکہ اس کو منتخب کیا ہے جو تم لوگوں میں سب سے بہتر ہے۔ تمام حاضرین نے اس حسن انتخاب پر اطمنان کا اظہار کیا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کو بلا کر نہایت مفید نصیحتیں کیں جو ان کی کامیاب خلافت کے لئے مناسب عمدہ دستور العمل ثابت ہوئیں۔ **(طبقات ابن سعد)**

گھر والوں کو وصیت

اس فرض سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے ذاتی اور خانگی امور کی طرف توجہ

کی۔حضرت عائشہؓ کو انہوں نے مدینہ یا بحرین کے نواح میں اپنی ایک جاگیر دیدی تھی لیکن خیال آیا کہ اس سے دوسرے وارثوں کی حق تلفی ہوگی۔اسلئے فرمایا۔جان پدر!افلاس وامارت دونوں حالتوں میں تم مجھے سب سے زیادہ محبوب رہی ہو،لیکن جو جاگیر میں نے تمہیں دی ہے،کیا تم اس میں اپنے بھائی بہنوں کو شریک کرلوگی؟ حضرت عائشہؓ نے حامی بھر لی تو آپ ﷺ نے بیت المال کے قرض کی ادائیگی کے لئے وصیت فرمائی اور کہا کہ ہمارے پاس مسلمانوں کے مال میں سے ایک لونڈی اور دو اونٹنیوں کے سوا کچھ نہیں۔عائشہؓ میرے مرتے ہی یہ عمرؓ کے پاس بھیج دی جائیں۔چنانچہ یہ تمام چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دی گئیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ میرے تجہیز وتکفین سے فارغ ہوکر دیکھنا کوئی اور چیز تو نہیں رہ گئی ہے۔اگر ہو تو اس کو بھی عمرؓ کے پاس بھیج دینا۔گھر کا جائزہ لیا گیا تو بیت المال کی کوئی اور چیز گھر سے برآمد نہیں ہوئی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا کفن

تجہیز وتکفین کے متعلق فرمایا کہ اس وقت جو کپڑا بدن پر ہے اسی کو دھوکر دوسرے کپڑوں کے ساتھ کفن دینا۔حضرت عائشہؓ نے عرض کی کہ یہ تو پرانا ہے۔کفن کے لئے نیا ہونا چاہئے۔فرمایا ''زندے مردوں کی بہ نسبت نئے کپڑوں کے زیادہ حقدار ہیں۔میرے لئے یہی پھٹا پرانا بس ہے۔

اس کے بعد پوچھا آج دن کونسا ہے۔؟لوگوں نے جواب دیا دوشنبہ۔پھر پوچھا رسول اللہ ﷺ کا وصال کس روز ہوا تھا؟ کہا گیا کہ دوشنبہ کے روز''فرمایا تو پھر یہ میری آرزو ہے کہ آج ہی رات تک اس عالم فانی سے رحلت کرجاؤں۔''چنانچہ یہ آخری آرزو بھی پوری ہوئی۔یعنی دوشنبہ کا دن ختم کر کے منگل کی رات کو ترپسٹھ ۶۳ برس کی عمر میں اواخر جمادی الاول ۱۳ھ کو اس فانی دنیا کو کوچ کر گئے۔(طبقات ابن سعد)

انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تجہیز وتکفین کا عمل

وصیت کے مطابق رات ہی کے وقت تجہیز وتکفین کا سامان کیا گیا۔آپ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ نے غسل دیا۔حضرت عمر فاروقؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی حضرت عثمانؓ،حضرت طلحہؓ،حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے قبر میں اتارا اور اس طرح سرور کائنات ﷺ کے رفیق زندگی آپ کے پہلو میں مدفون ہوکر دائمی رفاقت کے لئے جنت میں پہنچ گئے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے کارنامے

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سوا دو برس کی قلیل مدت خلافت میں اپنے مساعی جمیلہ کے جو لازوال نقش ونگار چھوڑے وہ قیامت تک مٹائے نہیں جاسکتے۔رسول اللہ ﷺ کے بعد سرزمین عرب ایک دفعہ پھر ضلالت وگمراہی کا گہوارہ بن گئی تھی۔مؤرخ طبری کا بیان ہے کہ قریش وثقیف کے سوا تمام عرب اسلامی حکومت کا باغی تھا۔مدعیان نبوت کی جماعتیں علیحدہ علیحدہ ملک میں شورش برپا کررہی تھیں۔منکرین زکوٰۃ مدینہ منورہ لوٹنے کی دھمکی دے رہے تھے۔لیکن جانشین رسول ﷺ نے اپنی روشن ضمیری،سیاست اور غیر معمول استقلال کے باعث مشعل ہدایت سے تمام عرب کو منور کردیا۔اس لئے حقیقت یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کے بعد اسلام کو جس نے دوبارہ زندہ کیا اور دنیائے اسلام پر سب سے زیادہ جس کا احسان ہے وہ یہی ذات گرامی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ خلیفہ دوم کے عہد میں بڑے بڑے کام انجام پائے،مہمات امور کا فیصلہ ہوا۔یہاں تک کہ روم وایران کے دفتر الٹ دیئے گئے۔تاہم اس کی داغ بیل کس نے ڈالی؟ ملک میں یہ اولوالعزمانہ روح کب پیدا ہوئی؟ خلافت الٰہیہ کی ترتیب وتنظیم کا سنگ بنیاد کس نے رکھا؟ اور سب سے زیادہ یہ کہ خود اسلام کو گرداب فنا سے کس نے بچایا

؟یقیناً ان تمام سوالوں کے جواب میں صرف صدیق اکبرؓ ہی کا نام نامی لیا جاسکتا ہے اور در اصل وہی اس کے مستحق ہیں۔اس لئے اب ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ عہد صدیقی کی وہ کون سی داغ بیل تھی جس پر عہد فاروق میں اسلام کی رفیع الشان عمارت تعمیر کی گئی۔

نظام خلافت یا جمہوریت کی بنیاد

اسلام میں خلافت یا جمہوری حکومت کی بنیاد سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے ڈالی تھی ۔چنانچہ خود ان کا انتخاب بھی جمہور کے انتخابات سے ہوا تھا اور عملاً جس قدر بڑے بڑے کام انجام پائے سب میں کبار صحابہؓ رائے ومشورہ کی حیثیت سے شریک تھے۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے صاحب رائے وتجربہ کار صحابہؓ کو بھی دارالخلافت سے جدا نہ ہونے دیا۔حضرت اسامہؓ کی مہم میں حضرت عمرؓ کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نامزد کیا تھا۔لیکن انہوں نے حضرت اسامہؓ کو راضی کیا کہ حضرت عمرؓ کو رائے ومشورہ میں مدد دینے کے لئے چھوڑ جائیں۔**(طبقات ابن سعد حصہ مغازی)**

شام پر لشکر کشی کا خیال آیا تو پہلے اس کو صحابہؓ کی ایک جماعت میں مشورہ کے لئے پیش کیا۔ان لوگوں کو ایسے اہم اور خطرناک کام کو چھوڑنے میں پس وپیش تھا۔لیکن حضرت علیؓ نے موافق رائے دی۔**(یعقوبی ج ۲)** اور پھر اسی پر اتفاق ہوا،اور اسی طرح منکرین زکوٰۃ کے مقابلہ میں جہاد،حضرت عمرؓ کے استخلاف اور تمام دوسرے اہم معاملات میں اہل الرائے صحابہؓ کی رائے دریافت کر لی گئی تھی۔البتہ عہد فاروقی کی طرح اس وقت مجلس شوریٰ کا باقاعدہ نظام نہ تھا تاہم جب کوئی امر اہم پیش آجاتا تو ممتاز مہاجرین وانصار جمع کئے جاتے تھے اور ان سے رائے لی جاتی تھی۔چنانچہ ابن سعد کی روایت کا ترجمہ ہے:

''جب کوئی امر پیش آتا تھا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ اہل الرائے وفقہائے صحابہ سے مشورہ لیتے تھے اور مہاجرین وانصار میں سے چند ممتاز لوگ یعنی عمرؓ،عثمانؓ،علیؓ ،عبدالرحمن بن عوفؓ،معاذ بن جبلؓ،ابی بن کعبؓ اور زید بن ثابتؓ کو بلاتے تھے،یہ سب حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں فتوے بھی دیتے تھے۔''

ملکی نظم ونسق کے وصول

نوعیت حکومت کے بعد سب سے ضروری چیز ملک کے نظم ونسق کو بہترین اصول پر قائم کرنا،عہدوں کی تقسیم اور عہدیداروں کا صحیح انتخاب ہے،حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں بیرونی فتوحات کی ابھی ابتداء ہوئی تھی۔اس لئے ان کے دائرہ حکومت کو صرف عرب پر محدود سمجھنا چاہیئے ۔انہوں نے عرب کو متعدد صوبوں اور ضلعوں پر تقسیم کر دیا تھا۔چنانچہ مدینہ،مکہ،طائف،صنعا ،نجران،حضرت موت،بحرین اور دومتہ الجندل علیحدہ علیحدہ صوبے (تاریخ طبری ص ۲۱۳۶) تھے ہر صوبہ میں ایک عامل ہوتا تھا جو ہر قسم کے فرائض انجام دیتا تھا۔البتہ خاص دارالخلافہ میں تقریباً اکثر صوبوں کے الگ الگ عہدہ دار مقرر کئے گئے تھے۔مثلاً حضرت ابوعبیدہؓ شام کی سپہ سالاری سے پہلے افسر مال تھے،حضرت عمرؓ قاضی تھے اور حضرت عثمانؓ وحضرت زید بن ثابتؓ دربار خلافت کے کاتب تھے۔**(تاریخ طبری ص ۲۱۳۵)**

عہدے داروں کا انتخاب

عاملوں اور عہدہ داروں کے انتخاب میں حضرت ابوبکرؓ نے ہمیشہ ان لوگوں کو ترجیح دی جو عہد نبوت میں عامل یا عہدہ دار رہ چکے تھے اور ان سے ان ہی مقامات میں کام لیا جہاں وہ پہلے کام کر چکے تھے۔مثلاً عہد نبوت میں مکہ پر عتاب بن اسیدؓ،طائف پر عثمان بن ابی العاصؓ،صنعا ء پر مہاجر بن امیہؓ ہے،حضرت موت پر زیاد بن لبیدؓ اور بحرین پر علاءؓ بن الحضرمی مامور تھے۔اس لئے خلیفہ اول نے بھی ان مقامات پر ان ہی لوگوں کو برقرار رکھا۔**(تاریخ طبری ص ۲۰۸۳)**

عہدے داروں کو نصیحت

حضرت ابوبکرؓ جب کسی کو کسی ذمہ داری کے عہدہ پر مامور فرماتے تو عموماً بلا کر اسکے فرائض کی تشریح کر دیتے اور نہایت مؤثر الفاظ میں سلامت روی وتقویٰ کی نصیحت فرماتے ۔چنانچہ عمرو بن العاصؓ اور ولید بن عقبہؓ کو قبیلہ قضاعہ پر محصل صدقہ بنا کر بھیجا تو ان الفاظ میں

نصیحت فرمائی:

''خلوت وجلوت میں خوف خدا رکھو، جو خدا سے ڈرتا ہے وہ اس کے لئے ایسی سبیل اور اس کے رزق کا ایسا ذریعہ پیدا کر دیتا ہے جو کسی کے گمان میں بھی نہیں آ سکتا، جو خدا سے ڈرتا ہے وہ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کا اجر دوبالا کر دیتا ہے، بیشک بندگان خدا کی خیر خواہی بہترین تقویٰ ہے، تم خدا کی ایک ایسی راہ میں ہو جس میں افراط وتفریط اور ایسی چیزوں سے غفلت کی گنجائش نہیں جس میں مذہب کا استحکام اور خلافت کی حفاظت مضمر ہے اسی لئے سستی وتغافل کو جگہ نہ دینا۔''

اسی طرح یزید بن سفیان کو مہم شام کی امارت سپرد کی تو فرمایا:

''اے یزید! تمہاری قرابت داریاں ہیں، شاید تم ان کو اپنی امارت سے فائدہ پہنچاؤ، درحقیقت یہ سب سے بڑا خطرہ ہے جس سے میں ڈرتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مسلمانوں کا حاکم مقرر ہوا اور ان پر کسی کو بلا استحقاق رعایت کے طور پر افسر بنا دے تو اس پر خدا کی لعنت ہو، خدا اس کا کوئی عذر اور فدیہ قبول نہ فرمائے گا یہاں تک کہ اس کو جہنم میں داخل کرے''۔

حکام کی نگرانی کا خاص نظم

کسی حکومت کا قانون وآئین گو کیسا ہی مرتب ومنظم ہو، لیکن اگر ذمہ دار حکام کی نگرانی اور ان پر نکتہ چینی کا اہتمام نہ ہو تو یقیناً تمام نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ خلیفہ اول کو اپنی فطری نرم دلی، تساہل اور چشم پوشی کے باوجود اکثر موقعوں پر تشدد، احتساب اور نکتہ چینی سے کام لینا پڑا ذاتی معاملات میں رفق وملاطفت ان کا خاص شیوہ تھا لیکن انتظام ومذہب میں اس قسم کی مداخلت کو کبھی برداشت نہ کرتے، چنانچہ حکام سے جب کبھی کوئی نازیبا امر سرزد ہو جاتا تو نہایت سختی کے ساتھ چشم نمائی فرماتے۔ یمامہ کی جنگ میں مجاعہ حنفی نے جو مسیلمہ کذاب کا سپہ سالار تھا، حضرت خالد بن ولیدؓ کو دھوکہ دے کر مسیلمہ کی تمام قوموں کو مسلمانوں کے پنجۂ اقتدار سے بچالیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس غداری پر اسے

سزا دینے کے بجائے اس کی لڑکی سے شادی کر لی، چونکہ اس جنگ میں بہت سے صحابہؓ شہید ہوئے تھے۔ اسلئے ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالدؓ کی اس مسامحت پر سخت ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے لکھا۔

''یعنی تمہارے خیمہ کے پاس مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے اور تم عورتوں کے ساتھ عیش وعشرت میں مصروف ہو۔''

مالک بن نویرہ منکر زکوٰۃ تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ اس کی تنبیہ پر مامور ہوئے لیکن انہوں نے زبانی ہدایت سے پہلے ہی اس کو قتل کر ڈالا۔ مالک کا بھائی شاعر تھا اس نے اس کا مرثیہ لکھا اور ظاہر کیا کہ وہ تائب ہونے کے لئے تیار تھا مگر خالد نے محض ذاتی عداوت سے قتل کر دیا۔ دربار خلافت تک اس کی اطلاع پہنچی تو اس غلطی پر حضرت خالدؓ سخت مورد عتاب ہوئے لیکن وہ جو کام کر رہے تھے اس کے لئے کوئی دوسرا ان سے زیادہ موزوں نہ تھا اس لئے اپنے عہدہ پر برقرار رکھے گئے۔

سزاؤں کا نظام

حضرت ابوبکر صدیقؓ ذاتی طور پر مجرموں کے ساتھ نہایت ہمدردانہ برتاؤ کرتے تھے، چنانچہ عہد نبوت میں قبیلہ اسلم کے ایک شخص نے ان کے سامنے بدکاری کا اعتراف کیا تو بولے ''تم نے میرے سوا اور کسی سے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔؟'' اس نے کہا نہیں۔ فرمایا خدا سے توبہ کرو اور اس راز کو پوشیدہ رکھو۔'' خدا بھی اسکو چھپائے گا، کیونکہ وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے''۔

زمانہ خلافت میں بھی ان کی یہ طبعی ہمدردی قائم رہی۔ چنانچہ اشعث بن قیس جو مدعیٔ نبوت تھا جب گرفتار ہو کر آیا اور توبہ کر کے جان بخشی کی درخواست کی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نہ صرف اس کو رہا کر دیا بلکہ اپنی ہمشیرہ حضرت ام فروہؓ سے اس کا نکاح کر دیا۔

(الترغیب والترہیب ج ۳)

لیکن سیاسی حیثیت سے خلیفۂ وقت کا سب سے پہلا فرض قوم کی اخلاقی نگرانی اور رعایا کے جان و مال کی حفاظت ہے اور اس حیثیت سے اگر چہ انہوں نے پولیس و احتساب کا کوئی مستقل محکمہ قائم نہیں کیا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ان کی جو حالت تھی وہی قائم رکھی۔ البتہ اس قدر اضافہ کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو پہرہ داری کی خدمت پر مامور فرمایا اور بعض جرائم کی سزائیں متعین کر دیں۔ مثلاً حد خمر کی نسبت رسول اللہ ﷺ کا طرز عمل مختلف تھا لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے دور خلافت میں شرابی کے لئے چالیس دُرے کی سزا لازمی کر دی۔ **(مسند ابن حنبل ج ۱ ص ۴ یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۹)**

حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں بعض جدید جرائم بھی پیدا ہوئے، مثلاً حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان کو لکھا کہ حوالی مدینہ میں ایک شخص علت اُبنہ (چھوٹے لڑکوں سے بدفعلی کرنا) میں مبتلا ہے، چونکہ اہل عرب کے لئے ایک جدید جرم تھا اور حدیث و قرآن میں اس کی کوئی سزا مقرر نہ تھی اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے تمام صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت علیؓ نے جلانے کی رائے دی اور تمام صحابہ نے اس پر اتفاق کیا۔ **(یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۹)**

ملک میں امن و امان کا قیام

ان کو ملک میں امن و امان اور راستوں کو محفوظ و بے خطرہ رکھنے کا حد درجہ خیال رہتا تھا اور جو کوئی اس میں رخنہ انداز ہوتا تھا اس کو نہایت عبرت انگیز سزائیں دیتے تھے۔ چنانچہ اس زمانہ میں عبداللہ بن ایاس سلمی مشہور راہزن تھا جس نے تمام ملک میں ایک غدر برپا کر رکھا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے طریفہ بن حاجر کو بھیج کر نہایت اہتمام کے ساتھ اس کو گرفتار کرایا۔ اور آگ میں جلانے کا حکم دیا۔ لیکن اسی کے ساتھ حدود شریعت سے تجاوز کسی حالت میں نہیں کرتے تھے اور ان موقعوں پر ان کا طبعی حلم و کرم صاف نمایاں ہو جاتا تھا۔

چنانچہ ایک دفعہ حضرت مہاجر بن امیہؓ نے جو یمامہ کے امیر تھے، دو گانے والی عورتوں کو اس جرم پر کہ ان میں سے ایک رسول کریم ﷺ کی ہجو گاتی تھی اور دوسری

مسلمانوں کو برا کہتی تھی، یہ سزا دی کہ ان کے ہاتھ کاٹ ڈالے اور دانت اکھڑوا ڈالے، حضرت ابوبکرؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اس سزا پر سخت برہمی ظاہر فرمائی اور لکھا کہ بے شک انبیاء کا سب و شتم ایک نہایت قبیح جرم ہے اور اگر سزا میں تم عجلت نہ کرتے تو میں قتل کا حکم دیتا کیونکہ وہ اگر مدعی اسلام ہے تو گالی دینے سے مرتد ہو گئی اور اگر ذمیہ تھی تو اس نے خلاف عہد کیا لیکن دوسری جو صرف مسلمانوں کو برا کہتی تھی اس کو کوئی سزا نہ دینا چاہئے تھی۔ کیونکہ اگر وہ مسلمان عورت ہے تو اس کے لئے معمولی تنبیہ و تادیب کافی تھی اور اگر ذمیہ ہے تو جب میں نے اس کے شرک سے جو سب سے بڑا گناہ ہے درگزر کیا تو مسلمانوں کو برا کہنے کی کیا سزا ہو سکتی ہے۔؟ بہر حال یہ تمہاری پہلی خطا نہ ہوتی تو تمہیں اس کا خمیازہ اٹھانا پڑتا۔ دیکھو! مثلہ سے ہمیشہ محترز رہو، یہ نہایت نفرت انگیز گناہ ہے۔ مجبوراً صرف قصاص میں مباح ہے۔ **(تاریخ الخلفاء ص ۹۶)**

عہد صدیقی میں مالی انتظامات

عہد نبوت میں صیغۂ مال کا کوئی باقاعدہ محکمہ نہ تھا بلکہ مختلف ذرائع سے جو رقم آتی تھی اسی وقت تقسیم کر دی جاتی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں بھی یہی انتظام قائم رہا، چنانچہ انہوں نے پہلے سال ہر ایک آزاد، غلام مرد، عورت اور ادنیٰ و اعلیٰ کو بلا تفریق دس دس درہم عطا کئے۔ دوسرے سال آمدنی زیادہ ہوئی تو بیس بیس درہم مرحمت فرمائے۔ ایک شخص نے اس مساوات پر اعتراض کیا تو فرمایا کہ فضل و منقبت اور چیز ہے، اس کو رزق کی کمی بیشی سے کیا تعلق ہے؟ البتہ اس پر اس قدر اضافہ کیا کہ اخیر عہد حکومت میں ایک بیت المال کی حفاظت کرایا۔ لیکن اس میں کبھی کسی بڑی رقم کے جمع کرنے کا موقع نہ آیا۔ اسی لئے بیت المال کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ تھا۔

ایک دفعہ کسی نے کہا کہ یا خلیفۂ رسول ﷺ آپ بیت المال کی حفاظت کے لئے کوئی محافظ کیوں نہیں مقرر فرماتے؟ فرمایا اس کی حفاظت کے لئے ایک قفل (تالہ) کافی ہے۔ **(طبقات ابن سعد ق ۱ ج ۳ ص ۱۵۱)**

خلیفۂ اول کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت عثمانؓ اور دوسرے صحابہ کو ساتھ لے کر مقام سنح میں بیت المال کا جائزہ لیا تھا تو صرف ایک درہم برآمد ہوا۔ لوگوں نے کہا ''خدا ابوبکرؓ پر رحم کرے۔'' اور بیت المال کے خزانچی کو بلا کر پوچھا کہ شروع سے اس وقت تک خزانہ میں کس قدر مال آیا ہوگا؟ اس نے کہا کہ ''دو لاکھ دینار۔''

عہد صدیقی میں فوجی نظام

عہد نبوت میں کوئی باضابطہ فوجی نظام نہ تھا بلکہ جب ضرورت پیش آتی تو صحابۂ کرام خود ہی شوق سے علم جہاد کے نیچے جمع ہوجاتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں بھی یہی صورتحال باقی رہی۔ لیکن انہوں نے اس قدر اضافہ کیا کہ جب کوئی فوج کسی مہم پر روانہ ہوتی تو اسکو مختلف دستوں میں تقسیم کر کے الگ الگ افسر مقرر فرما دیتے۔ چنانچہ شام کی طرف فوج روانہ ہوئی اس میں اسی طریقہ پر عمل کیا گیا تھا یعنی قومی حیثیت سے تمام قبائل کے افسر اور ان کے جھنڈے الگ الگ تھے۔ امیر الامراء کمانڈر انچیف کا نیا عہدہ بھی خلیفہ اول کی ایجاد ہے اور سب سے پہلے حضرت خالد بن ولیدؓ اس عہدہ پر مامور ہوئے تھے۔ **(فتوح البلدان ص ۱۱۵)**

دستہ بندی کا صریح فائدہ یہ ہوا کہ مجاہدین اسلام کو رومیوں کی باقاعدہ فوج کے مقابلہ میں اس سے بڑی مدد ملی، یعنی حضرت خالد بن ولید نے تعبیہ کا طریقہ ایجاد کیا اور میدان جنگ میں کسی ترتیب و نظام کے نہ ہونے سے فوج میں ابتری پھیل جاتی تھی اس کا سد باب ہوگیا۔ **(تاریخ طبری)**

فوج کی اخلاقی تربیت کا نظام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا خلفائے راشدین کے عہد میں جس قدر لڑائیاں پیش آئیں وہ سب للّٰہیت اور اعلائے کلمۃ اللہ پر مبنی تھیں۔ اس لئے ہمیشہ کوشش کی گئی کہ اس مقصد عظیم کے لئے جو فوج تیار ہو وہ اخلاقی رفعت میں تمام دنیا کی فوجوں سے ممتاز ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے بھی فوجی تربیت میں اس نکتہ کو ہمیشہ ملحوظ رکھا اور جب بھی فوج کسی

مہم پر روانہ ہوئی تو خود دور تک پیادہ ساتھ گئے اور امیر عسکر کو زریں نصائح کے بعد رخصت فرمایا۔ چنانچہ ملک شام پر فوج کشی ہوئی تو سپہ سالار سے فرمایا: **(تاریخ الخلفاء ص ۹۶)**

''تم ایک ایسی قوم کو پاؤ گے جنہوں نے اپنے آپ کو خدا کی عبادت کے لئے وقف کر دیا ہے، ان کو چھوڑ کر دینا میں تم کو دس وصیتیں کرتا ہوں، کسی عورت، بچے اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا، (کتاب الخراج ص ۱۲) پھلدار درخت کو نہ کاٹنا، کسی آباد جگہ کو ویران نہ کرنا، بکری اور اونٹ کو کھانے کے سوا بے کار ذبح نہ کرنا، نخلستان نہ جلانا، مال غنیمت میں غبن نہ کرنا، اور بزدل نہ ہوجانا۔

جنگی سامان کی خریداری

حضرت ابوبکرؓ صدیق نے سامان جنگ کی فراہمی کا یہ انتظام فرمایا تھا کہ مختلف ذرائع سے جو آمدنی ہوتی تھی، اس کا ایک معقول حصہ سامان بار برداری اور اسلحہ کی خریداری پر صرف فرماتے تھے، اس کے علاوہ قرآن پاک نے مال غنیمت میں خدا، رسول اور ذو القربیٰ کے جو حصے قرار دیئے تھے ان کو فوجی مصارف کے لئے مقرر کر دیا تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ضروری مصارف کے بعد اسکو اسی کام میں لگاتے تھے۔ **(کتاب الخراج ص ۱۲)**

چراگاہ کا نظم

جس میں ہزاروں جانور پرورش پاتے تھے، مقام ربذہ میں بھی ایک چراگاہ تھی جس میں صدقہ اور زکوٰۃ کے جانور چرتے تھے۔ **(کنز العمال ج ۳ ص ۱۳۲ بحوالہ ابن سعد)**

فوجی چھاؤنیوں کی نگرانی

حضرت ابوبکر صدیقؓ ضعف و پیری و ہجوم افکار کے باوجود خود ہی چھاؤنیوں کا معائنہ فرماتے تھے اور سپاہیوں میں مادی یا روحانی حیثیت سے جو خرابی نظر آتی تھی ان کی اصلاح فرماتے تھے۔ ایک دفعہ کسی مہم کیلئے مقام جرف میں فوجیں مجتمع ہوئیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ معائنہ کے لئے تشریف لے گئے، بنی فزارہ کے پڑاؤ میں پہنچے تو سب نے کھڑے ہوکر تعظیم کی

۔انہوں نے ہر ایک کو مرحبا کہا۔ان لوگوں نے عرض کی ''یا خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگ گھوڑوں پر خوب چڑھتے تھے اسلئے گھوڑے بھی ساتھ لائے ہیں۔آپ بڑا جھنڈا ہمارے ساتھ کر دیجئے۔فرمایا ''خدا تمہاری ہمت وارادہ میں برکت دے لیکن بڑا جھنڈا تم کو نہیں مل سکتا کیونکہ وہ بنو عبس کے حصہ میں آچکا ہے۔''اس پر ایک فزاری نے کھڑے ہو کر کہا''ہم لوگ عبس سے اچھے ہیں ۔حضرت ابوبکرؓ نے ڈانٹ کر کہا''چپ احمق، تجھ سے ہر ایک عبسی اچھا ہے۔''بنو عبس بھی کچھ بولنا چاہتے تھے،مگر انہیں بھی ڈانٹ کر خاموش کر دیا۔غرض اسی طرح چھاؤنیوں میں جا کر قبائل کے باہمی جوش ورقابت کو دبا کر اسلامی رواداری کا سبق دیتے تھے۔

عہد صدیقی میں بدعات کے خاتمہ کی کوشش

تمام مذاہب کے مسخ ہوجانے کی اصلی وجہ وہ بدعات ہیں جو رفتہ رفتہ جز و مذہب ہو کر اس کی اصلی صورت اس طرح بدل دیتے ہیں کہ بانیان مذہب کی صحیح تعلیم اور متبعین کی جدت طرازیاں میں امتیاز وتفریق بھی دشوار ہوجاتی ہے۔حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں اگر چہ بدعات بہت کم پیدا ہوئیں تاہم جب کبھی کسی بدعت کا ظہور ہوا تو انہوں نے اسکو مٹا دیا۔ایک دفعہ حج کے موقع پر قبیلہ احمس کی عورت کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ کسی سے گفتگو نہیں کرتی انہوں نے اس کی وجہ پوچھی ۔لوگوں نے کہا اس نے خاموش حج کا ارادہ کیا ہے۔یہ سن کر اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا''یہ جاہلیت کا طریقہ ہے،اسلام میں جائز نہیں،تم اس سے باز آؤ اور بات چیت کرو''اس نے کہا آپ کون ہیں؟ بولے ابوبکر۔

عہد صدیقی میں تدوین حدیث

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں قرآن شریف کی تدوین وترتیب کا جو کام انجام پایا اس کی تفصیل گزر چکی ہے ایک روایت کے مطابق انہوں نے تقریباً پانچ سو حدیثیں جمع فرمائی تھیں۔لیکن وفات کے کچھ دنوں پہلے اس خیال سے ان کو منع کر دیا کہ شاید اس میں کوئی روایت خلاف واقعہ ہو تو یہ بات میرے سر رہ جائے گا۔لیکن علامہ ذہبی نے اس خیال کی

تردید کی ہے۔اور انہوں نے احادیث کے متعلق نہایت حزم واحتیاط سے کام لیا اور صحابۂ کرامؓ اور جمع کر کے خاص طور سے فرمایا:۔

''تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی حدیثیں روایت کرتے ہو جن میں تم خود ہی اختلاف رکھتے ہو۔تمہارے بعد جو لوگ آئیں گے تو ان میں اور بھی سخت اختلاف واقع ہوگا،اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی روایت نہ کرو اور جو کوئی تم سے سوال کرے تو کہہ دو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان خدا کی کتاب ہے اس کے حلال کو حلال سمجھ لو اور اس کے حرام کو حرام قرار دو۔''

لیکن اس سے یہ قیاس نہ کرنا چاہئے کہ انہوں نے مطلقاً روایت کا دروازہ بند کر دیا بلکہ ان کی غرض صرف یہ تھی کہ جب تک کسی حدیث کی صحت پر کامل یقین نہ ہو روایت نہ کرنا چاہئے، چنانچہ وہ خود بھی اس پر عمل پیرا تھے اور جب کسی روایت کی پوری تصدیق ہوجاتی تو بغیر پس وپیش اسکو قبول فرما لیتے تھے۔ایک دفعہ دادی کی وراثت کا جھگڑا پیش ہوا۔چونکہ قرآن مجید اس کے متعلق خاموش ہے اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرز عمل دریافت کرنا پڑا ۔حضرت مغیرہ بن شعبہؓ موجود تھے انہوں نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دادی کو چھٹا حصہ دیتے تھے احتیاطاً پوچھا''کوئی گواہ پیش کر سکتے ہو؟''حضرت محمد بن مسلمہ نے کھڑے ہو کر اس کی تصدیق کی تو اسی وقت حکم نافذ کر دیا۔(تذکرہ الحفاظ ج ۱ ص ۳)

عہد صدیقی میں دار الفتاء کا قیام

حضرت ابوبکرؓ نے مسائل فقیہ کی تحقیق وتنقید اور عوام کی سہولت کے خیال سے افتاء کا ایک محکمہ قائم کر دیا تھا۔جس میں درج ذیل صحابہ کا انتخاب کیا گیا:

حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ،حضرت علیؓ،حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ،حضرت معاذ بن جبلؓ،حضرت ابی بن کعبؓ،حضرت زید بن ثابتؓ جو اپنے علم واجتہاد کے لحاظ سے تمام صحابہ میں منتخب تھے،اس خدمت پر مامور تھے،ان کے سوا اور کسی کو فتوی دینے کی اجازت نہ تھی،حضرت عمرؓ نے بھی اپنے عہد خلافت میں اسی پابندی کے ساتھ عمل کیا۔

عہد صدیقی میں دعوت وتبلیغ کا کام

نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے اہم فرض دین متین کی تبلیغ واشاعت ہے حضرت ابوبکرؓ کو اس کا رخیر میں شروع سے جو غیر معمولی انہماک تھا اس کا ایک اجمالی تذکرہ گزر چکا ہے۔تمام عرب میں پھر نئے سرے سے اسلام کا غلغلہ بلند کر دیا اور رومیوں اور ایرانیوں کے مقابلہ میں فوجیں روانہ فرمائیں انہیں ہدایت کر دی کہ سب سے پہلے غنیم کو اسلام کی دعوت دیں۔، نیز قبائل عرب جوان اطراف میں آباد ہیں ان میں اس دعوت کو پھیلائیں۔کیونکہ وہ قومی یک جہتی کے باعث زیادہ آسانی کے ساتھ اس کی طرف مائل ہو سکتے ہیں چنانچہ مثنیٰ بن حارثہ کی مساعیٔ جمیلہ سے بنی وائل کے تمام بت پرست وعیسائی مسلمان ہو گئے۔اسی طرح حضرت خالد بن ولیدؓ کی دعوت پر عراق عرب اور حدود شام کے اکثر عربی قبائل نے لبیک کہا۔

حیرہ کے ایک عیسائی مذاہب نے خود اسلام قبول کیا، یمن میں اشعث اور اس کے رفقاء نے پھر تجدید اسلام کی۔اسی طرح طلیحہ جو مدعی نبوت تھا حضرت خالد بن ولیدؓ کے مقابلہ سے بھاگ کر جب شام پہنچا تو اس نے بطور عذر حسب ذیل اشعار لکھ کر بھیجے اور اسلام کا اقرار کیا۔(یعقوبی ج۲ص۱۴۵)

''کیا حضرت ابوبکر صدیقؓ اس کو قبول فرمائیں گے کہ میں واپس آؤں اور میرے ہاتھوں نے جو گناہ کئے ہیں ان کی تلافی کروں اور گمراہی کے بعد میں گواہی دیتا ہوں، ایک ایسی سچی گواہی کہ میں اس سے ہٹنے والا نہیں ہوں۔

اس عذر و اقرار ایمان سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا آئینہ دل طلیحہ کی طرف سے بالکل صاف ہو گیا اور اس کو مدینہ آنے کی اجازت دیدی لیکن وہ اس وقت پہنچا جب کہ آفتاب صداقت دنیا سے ہمیشہ کے لئے غروب ہو چکا تھا۔(بخاری ج۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ایفائے عہد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرضوں کا چکانا اور وعدوں کو پورا کرنا بھی فرائض خلافت میں

داخل تھا۔حضرت ابوبکرؓ نے اولین فرصت میں اس فرض سے سبکدوشی حاصل کی اور جیسے ہی بحرین کی فتح کے بعد اس کا مال غنیمت پہنچا، انہوں نے اعلان عام کر دیا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمہ کسی کا کچھ نکلتا ہو تو یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی سے کوئی وعدہ فرمایا ہو تو وہ میرے پاس آئے۔اس اعلان پر حضرت جابرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو تین دفعہ ہاتھوں سے بھر بھر کر دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔حضرت ابوبکرؓ نے ان کو اسی طرح تین دفعہ دونوں ہاتھوں عطا فرمایا۔(بخاری ج۱ص۳۰۷) نیز حضرت ابوبشیرؓ مازنی کے بیان پر ان کو چودہ سو درہم مرحمت فرمائے۔(طبقات ابن سعد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت اور متعلقین کا خیال

باغ فدک اور مسئلہ خمس کے اختلاف نے گو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ داروں میں کسی قدر غلط فہمی پھیلا دی تھی۔خصوصاً حضرت فاطمہؓ کو اس کا رنج تھا۔تاہم خلیفۂ اول نے ہمیشہ ان کے ساتھ لطف ومحبت کا سلوک قائم رکھا اور وفات کے وقت سیدہ جنتؓ سے عفو خواہ ہو کر ان کا آئینہ دل صاف کر دیا۔(اسد الغابۃ تذکرہ قتیلہ بنت قیس)

امہات المومنین کی راحت وآسائش اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حفظ ناموس کا خاص خیال تھا، عکرمہ بن ابوجہل نے حضرموت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک منکوحہ حرم قتیلہ بنت قیس سے نکاح کر لیا تو انہوں نے چاہا کہ دونوں کو آگ میں جلا دیں، لیکن حضرت عمرؓ نے باز رکھا اور کہا کہ قتیلہ سے صرف نکاح ہوا تھا، وہ حرم میں داخل نہیں ہوئی تھیں۔اس لئے امہات المومنین میں ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن لوگوں کے لئے کوئی وصیت فرمائی تھی یا جن کے حال پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاص لطف رہتا تھا، حضرت ابوبکرؓ نے ہمیشہ ان کی تعظیم وتوقیر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کا خیال رکھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر حضرت ام ایمنؓ کی ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔(استیعاب تذکرہ ام المومنین) حضرت ابوبکرؓ نے بھی اس سلسلہ کو

جاری رکھا۔اسی طرح سندر نام ایک غلام کو آپؐ نے آزاد کر کے فرمایا تھا کہ تیرے حق میں ہر مسلمان کو وصیت کرتا ہوں۔حضرت ابوبکرؓ مسند نشین خلافت ہوئے تو ان کے لئے وظیفہ مقرر فرمایا اور تاحیات اس کو جاری رکھا۔

عہد صدیقی میں ذمی رعایا کے حقوق

عہد نبوت میں جن غیر مذاہب کے پیروؤں کو اسلامی ممالک محروسہ میں پناہ دی گئی تھی اور عہد ناموں کے ذریعہ سے ان کے حقوق متعین کر دیئے گئے تھے۔حضرت ابوبکرؓ نے نہ صرف ان حقوق کو قائم رکھا بلکہ اپنے مہر و دستخط سے پھر اس کی توثیق فرمائی۔اسی طرح خود ان کے عہد میں جو ممالک فتح ہوئے وہاں کی ذمی رعایا کو تقریباً وہی حقوق دیئے جو مسلمانوں کو حاصل تھے۔چنانچہ اہل حیرہ سے جو معاہدہ ہوا اس کے یہ الفاظ تھے۔

''ان کی خانقاہیں اور گرجے منہدم نہ کئے جائیں گے اور نہ کوئی ایسا قصر گرایا جائے گا جس میں وہ ضرورت کے وقت دشمنوں کے مقابلہ میں قلعہ بند ہوتے ہیں۔ناقوس اور گھنٹے بجانے کی ممانعت نہ ہوگی،اور تہوار کے موقعوں پر صلیب نکالنے سے روکے نہ جائیں گے۔''

یہ معاہدہ نہایت طویل ہے،یہاں صرف وہی جملے نقل کئے گئے ہیں جن سے مسلمانوں کی غیر معمولی مذہبی رواداری کا ثبوت ملتا ہے۔

جزیہ کا نظام

خلیفہ اول کے عہد میں جزیہ یا ٹیکس کی شرح نہایت آسان تھی اور ان ہی لوگوں پر مقرر کرنے کا حکم تھا جو اس کی ادائیگی کی صلاحیت رکھتے ہوں۔چنانچہ حیرہ کے سات ہزار باشندوں میں سے ایک ہزار بالکل مستثنیٰ تھے اور باقی پر صرف دس دس درہم سالانہ مقرر کئے گئے تھے۔معاہدوں میں یہ شرط بھی تھی کہ کوئی ذمّی بوڑھا،اپاہج اور مفلس ہو جائے گا تو وہ جزیہ سے بری کر دیا جائے گا۔نیز بیت المال اس کا کفیل ہوگا(ایضاً ص ۷۲) کیا دنیا کی تاریخ ایسی بے تعصبی و رعایا پروری کی نظیر پیش کر سکتی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے فضائل و مناقب

حضرت ابوبکر صدیقؓ محبوب بارگاہ نبوت تھے۔حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ مکہ میں رسول کریم ﷺ روزانہ صبح و شام ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔مدینہ منورہ میں بھی اکثر مہمات امور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شرکت سے طے پاتے تھے اور اس کی وجہ سے ان کو اکثر رات کے وقت دیر تک کاشانۂ اقدس پر حاضر رہنا پڑتا تھا چنانچہ ایک دفعہ انہوں نے تین اصحاب صفہ کو کھانے پر مدعو کیا لیکن وہ خود دیر تک بارگاہ نبوت سے واپس نہ آسکے۔جب رات زیادہ گزر گئی اور گھر آئے تو یہ معلوم ہوا کہ مہمانوں نے اب تک کھانا نہیں کھایا،اپنے صاحبزادے پر سخت برہم ہوئے۔

(بخاری کتاب الادب باب قول الضیف لا اکل حتی تاکل و کتاب المناقب باب علامۃ النبوۃ قبل اسلام)

رسول اللہ ﷺ کا اعتماد

حضرت عمرؓ سے بھی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات رات بھر حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مسلمانوں کے معاملات میں مشورہ فرمایا کرتے تھے،نیز ان کی رازداری و خلوص پر اعتماد اس قدر تھا کہ پوشیدہ سے پوشیدہ بات کہہ دیتے تھے۔ہجرت کے واقعات پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ رازداری کا تمام کام صرف حضرت ابوبکرؓ اور ان کے اہل و عیال سے متعلق تھے،حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر غار میں پوشیدہ ہونا،حضرت عبداللہؓ کا رات کے وقت آکر مشرکین کے حالات سے باخبر کرنا۔حضرت عامر بن فہیرہؓ کا روزانہ بکریاں لانا ،حضرت اسماء کا کھانا پہنچانا۔غرض اس قسم کے تمام امور جن کا تعلق رازداری سے تھا،وہ سب خاندان صدیقی کے سپرد تھے۔حضرت سرور کائنات ﷺ کو اپنے اس رفیق جاں نثار کے ساتھ جو مخصوص تعلق اور خلوص تھا اس کا آپ ﷺ نے باہر نہایت محبت آمیز پیرایہ میں اظہار فرمایا۔چنانچہ وفات سے کچھ دنوں پہلے جو تقریر فرمائی اس میں ارشاد ہوا:

''ابوبکرؓ اپنی صحبت اور مال کے لحاظ سے میرا سب سے بڑا محسن ہے اگر میں خدا

کے سوا کسی کو اپنا دوست بنا سکتا تو ابوبکرؓ کو بناتا، لیکن اسلامی اخوت و محبت افضل ہے۔''

(بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب ابی بکرؓ)

اس کے بعد حکم ہوا کہ ابوبکرؓ کے دروازوں کے سوا مسجد کے احاطہ میں جس قدر دروازے ہیں سب بند کر دیئے جائیں گے۔ اسی طرح ایک دفعہ حضرت عمرو بن العاص نے پوچھا کہ مردوں میں آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ تو ارشاد ہوا، ابوبکرؓ اسی طرح غیر معمولی تقرب و رسوخ کی بنا پر صحابہ کرامؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برہم دیکھتے تھے تو ان ہی کی وساطت سے عفو درگزر کی درخواست پیش کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے ابوجہل ابن ہشام کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہا۔ چونکہ یہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی کے خلاف تھا اس لئے جب وہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو روئے انور پر برہمی کے آثار نمایاں تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؓ باہر چلے آئے اور حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر پھر حاضر خدمت ہوئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دیکھا تو چہرۂ مبارک ہشاش بشاش ہو گیا اور برہمی کے آثار جاتے رہے۔ اسی طرح ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلاف معمول صبح سے شام تک خاموش رہے اور جب عشاء کی نماز پڑھ کر کاشانۂ اقدس کی طرف تشریف لے چلے تو گو صحابہ کرام کو اس غیر معمولی سکوت پر سخت خلفشار تھا۔ تاہم کسی کو زبان کھولنے کی جرأت نہ تھی۔ بالآخر سب نے حضرت ابوبکرؓ کو آگے بڑھایا اور انہوں نے اس سکوت کی وجہ دریافت کی تو ارشاد ہوا جو دنیا و آخرت میں ہونے والا ہے وہ سب آج میرے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ اس کے بعد بالتفصیل قیامت کے واقعات بیان فرمائے۔ اصابت رائے اور معاملہ فہمی کا یہ حال تھا کہ انہوں نے جس معاملہ میں جو رائے دی وہ مقبول ہو کر رہی۔ راز داری کا یہ عالم تھا کہ معمولی سے معمولی راز کو کبھی ظاہر ہونے نہ دیا۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ان کو اپنی صاحبزادی حفصہؓ کا پیغام دیا، سن کر خاموش رہے اور جب کچھ دنوں کے بعد وہ حرم نبوی میں داخل ہو گئیں تو حضرت عمرؓ سے ملاقات کر کے کہا شاید تم کو ناگوار ہوتی ہوگی۔ بولے کیوں نہیں؟ فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارادہ

سے آگاہ تھا اور اس راز کو قبل از وقت ظاہر نہیں کر سکتا تھا، غرض ان ہی اوصاف نے حضرت صدیق اکبرؓ کو بارگاہ نبوت میں سب سے زیادہ معتمد علیہ اور بارسوخ بنا دیا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی علمی فراست

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کسی مکتب میں باقاعدہ نہیں پڑھا تھا لیکن فطری طبیعت اور دربار نبوت کی حاضری کی وجہ سے فضل و کمال میں اعلیٰ مقام حاصل کر لیا۔ جو فصاحت و بلاغت میں کمال رکھتے تھے۔ ابتداء میں شاعری کا ذوق بھی تھا، لیکن اسلام کے بعد ترک کر دیا تھا کبھی کبھی جذبات و خیالات خود بخود نظم موزوں کے قالب میں ڈھل جاتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت حسینؓ کو بچوں کے ساتھ کھیلتے دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد تازہ ہو گئی اور بے اختیار ان کو گود میں اٹھایا اور فرمایا: ''میرا باپ فدا ہو یہ نبی سے مشابہ ہے علی سے مشابہ نہیں ہے''۔ **(مسند احمد ج ۱ ص ۸)**

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اشعار

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اسلام لانے کے بعد صرف ایسے اشعار سے دلچسپی رہ گئی تھی جن میں خدا کی عظمت و جلالت کا ذکر ہوتا تھا ایک مرتبہ لبید نے مصرعہ پڑھا **الا کل شیئٍ ماخلا اللہ باطل**۔ یعنی خدا کے سوا تمام چیزیں باطل ہیں، تو فرمایا ''تم نے سچ کہا'' لیکن جب اس نے دوسرا مصرعہ پڑھا **وکل نعیم لا محالۃ زائل**۔ یعنی ہر نعمت یقیناً زائل ہو جائے گا تو بولے غلط ہے خدا کے پاس بہت سی ایسی نعمتیں ہیں جو زائل نہ ہوں گی۔ **(تاریخ الخلفاء ص ۱۰۳)**

تقریر و خطابت کی صلاحیت

تقریر و خطابت کا خداداد ملکہ حاصل تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اور سقیفہ بنی ساعدہ میں جو تقریریں کیں وہ اوپر گزر چکی ہیں۔ اس سے برجستگی میں اور زور کلام کا اندازہ ہوگا۔ ان معرکۃ الآراء تقریروں کے علاوہ ان کی عام تقریریں بھی نہایت پر اثر ہوئی تھیں۔ ہم یہاں ایک تقریر کے چند فقرے نقل کرتے ہیں:

''آج وہ حُسین اور روشن اور وفور شباب سے حیرت میں ڈالنے والے چہرے کہاں ہیں؟ آج بڑے بڑے شہروں کے بسانے والے اوران کوقلعہ بند کرنے والے سلاطین کدھر گئے ؟ آج بڑے بڑے غالب آنے والے مردمیدان سورما کا کیا ہوا؟ زمانہ کی گردشوں نے ان کی قوتیں پست کردیں اوران کے بازوتوڑ دیئے اور قبر کی تاریخ میں ہمیشہ کے لئے سوگئے۔''

جب تقریر کرتے تو رقت طاری ہوجاتی تھی۔ایک دفعہ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا میں جس جگہ کھڑا ہوں گزشتہ سال یہاں خود رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، یہ کہہ کر زاروقطار رونے لگے اسی طرح ایک روز تین مرتبہ تقریر کا ارادہ کیا اور ہر مرتبہ ایک دو جملے کہہ کر گلوگرفتہ ہوگئے۔(مسند ج۱ ص۲،۳)

نسب دانی یعنی قبائل کے نام یاد رکھنا

علم الانساب یعنی قبائل کا نام ونسب یاد رکھنا، اس زمانہ کا بڑا مایہ ناز علم تھا، حضرت ابوبکرؓ صدیق اس فن میں خصوصیت کے ساتھ کمال رکھتے تھے۔حضرت جبیر بن مطعمؓ جو طبقہ اصحاب میں سب سے بڑے نسّاب گزرے ہیں، فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اس فن کو حضرت ابوبکرؓ سے سیکھا ہے جو نسب دانی کی حیثیت سے تمام عرب میں ممتاز تھے۔(تاریخ الخلفاء ص۴۰)

حضرت ابوبکرؓ کی نسب دانی سے اکثر موقعوں پر اسلام کو بھی فائدہ پہنچا۔آغاز نبوت میں رسول اللہ ﷺ تبلیغ واشاعت کے لئے قبائل عرب میں تشریف لے جاتے تو عموماً یہ بھی ہمرکاب ہوتے اور اپنی نسبدانی کے باعث آپ ﷺ کا لوگوں سے تعارت کراتے تھے۔

حضرت حسانؓ بن ثابت قریش کی ہجو کیا کرتے تھے۔ایک روز رسول اللہ ﷺ نے ان کو بلا کر کہا ''تم قریش اور ابوسفیان کی مذمت کرتے ہو کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میں بھی قریشی ہوں اور ابوسفیان میرا ابن عم ہے۔''انہوں نے کہا ''خدا کی قسم میں حضورؐ کو ان سے علیٰحدہ کرلیتا ہوں جس طرح جو خمیر سے الگ ہوجاتا ہے۔''ارشاد ہوا کہ ابوبکرؓ کے پاس جاؤ وہ انساب عرب میں سب سے زیادہ ماہر ہیں۔غرض اس روز سے وہ اس فن کی تعلیم کے لئے حضرت ابوبکرؓ کی

خدمت میں حاضر ہونے لگے۔(استیعاب ج۱ ص۱۲۸)

خواب کی تعبیر کا علم

خواب کی تعبیر میں خداداد ملکہ تھا یہاں تک کہ صحابۂ کرام رسول کریم ﷺ کے بعد ان کو سب سے بڑا معتبر سمجھتے تھے اور اپنا اپنا خواب بیان کرکے تعبیر پوچھتے تھے۔ایک دفعہ حضرت خالد بن سعیدؓ نے اسلام قبول کرنے سے پہلے خواب دیکھا کہ ''وہ دہکتی ہوئی آگ کے کنارے کھڑے ہیں اوران کے والد ان کو اس میں جھونک رہے ہیں۔اسی اثناء میں سرور کائنات ﷺ تشریف لاتے ہیں اوران کی کمر پکڑ کر کھینچ لیتے ہیں''حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس خواب کو سنا تو فرمایا ''خالد تمہیں اس کے ذریعہ سے راہ حق کی ہدایت کی گئی، تمہارا باپ تم کو کفر پر مجبور کرتا ہے لیکن رسول کریم ﷺ کی اتباع تمہاری نجات کا باعث ہوگی۔(مستدرک حاکم ج۳ ص۳۴۸)

حضرت عائشہؓ نے رسول کریم ﷺ کی وفات سے کچھ پہلے خواب میں تین چاند اپنے حجرہ میں گرتے دیکھے۔انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اس کا تذکرہ کیا تو اس وقت خاموش رہے لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اوران کے حجرے میں مدفون ہوئے تو فرمایا ''عائشہؓ یہ تمہارے حجرہ کا پہلا اور سب سے بہتر چاند ہے۔(موطا امام مالک ص۱۸۰)

رسول کریم ﷺ بھی کبھی کبھی اپنا خواب یا رؤیا بیان کرکے انہیں تعبیر کا حکم دیتے تھے۔ایک دفعہ آپ ﷺ نے دیکھا کہ چند سیاہ بھیڑوں میں بہت سی سفید رنگ کی بھیڑیں شامل ہوگئیں۔حضرت ابوبکرؓ سے اس کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے عرض کی ''یارسول اللہ! سیاہ بھیڑ اہل عرب میں جو پہلے آپ ﷺ کے متبع ہوں گے۔پھر نہایت کثرت کے ساتھ عجمی جو سفید بھیڑوں کے رنگ میں ظاہر کئے گئے ہیں۔اسلام قبول کرکے ان میں شامل ہوجائیں گے۔''ارشاد ہوا صحیح ہے۔فرشتہ آسمان نے بھی یہی تعبیر کی تھی۔(تاریخ الخلفاء ص۱۰۴)

قرآن مجید کی تفسیر کا علم

حضرت ابوبکر صدیقؓ چونکہ سفر، حضر، خلوت وجلوت، جنگ وصلح غرض ہر موقع پر

مہبط وحی والہام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف صحبت سے مستفیض ہوئے اور تمام امور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص مشیر تھے۔اس لئے اسلامی علوم وفنون میں بھی قدرۃ ان کا پایہ سب سے بلند تھا۔کلام اللہ اسلام کا اصل اصول ہے۔حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس سے غیر معمولی شغف تھا۔عموماً رسول اللہ سے آیات قرآنی کی تفسیر پوچھا کرتے تھے۔ایک دفعہ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کے بعد کیا چارہ کار ہے۔؟''

لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَآ أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتٰبِ ط مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ لا (سورہ نساء۔۱۲۳)

(فلاح عاقبت) نہ تمہاری آرزو پر (موقوف ہے) نہ اہل کتاب کی آرزو پر (بلکہ) جو برا کام کریگا وہ اس کی جزا پائے گا۔''

کیا درحقیقت ہم برے کام کا بدلہ پاتے ہیں؟ارشاد ہوا''ابوبکر! خدا تمہاری مغفرت کرے،کیا تم بیمار نہیں ہوتے؟ کیا تمہیں کوئی رنج وصدمہ نہیں پہنچتا؟ اور کیا تمہیں کوئی مصیبت نہیں ستاتی؟ بولے کیوں نہیں،فرمایا یہ سب برائیوں ہی کا خمیازہ ہے۔(ابن جریر طبری ج۵ ص۱۷۳)

وہ ہر آیت کی شان نزول اور اس کے حقیقی مفہوم سے آگاہ تھے،نیز مختلف موقعوں پر انہوں نے جو باریک نکتے حل فرمائے ہیں۔اس سے ان کی دقیقہ سنجی کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

ایک مرتبہ مجمع عام میں فرمایا''صاحبو! آپ قرآن شریف میں یہ آیت پڑھتے ہوں گے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ج لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ط (مائدہ۔۱۰۵)

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر (صرف) تمہارے نفس کی ذمہ داری ہے جو تم پر ہو گیا ہے وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا جب کہ تم خود ہدایت یاب ہو۔''

حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جب لوگ ناپسندیدہ امر کو دیکھتے ہیں اور اس کی اصلاح کی فکر نہیں کرتے تو خدا کا عذاب سب کے لئے عام ہوجاتا ہے۔یعنی اس

آیت سے یہ سمجھنا چاہیئے کہ دوسروں کی اصلاح کا خیال رکھنا ضروری نہیں۔(ابن جریر ج۷ ص۹۰)

اس آیت قرآنی سے استدلال،استنباط احکام وتفریح مسائل میں مجتہدانہ ملکہ رکھتے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد جو تقریر فرمائی اس میں برجستہ اس آیت سے انبیاء کی وفات پر استدلال لائے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ط (سورہ آل عمران:۱۴۴)

''اس آیت نے یکا یک،ایمان واعتقاد کے متزلزل ستونوں کو مستحکم کردیا اور لوگوں کو ایسا معلوم ہوا کہ گویا یہ آیت پہلے سے موجود ہی نہ تھی حضرت ابوبکرؓ بیمار ہوئے تو لوگوں نے پوچھا طبیب نے مجھے دیکھ کر کہا کہ انی فعال لما یرید۔یعنی ارادۂ خداوندی میں کوئی مانع نہیں ہوسکتا۔''(ابن سعد جزو قسم اول ص۱۴۱)

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حدیث کا علم

حضرت ابوبکرؓ صدیق چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صرف سوا دو برس زندہ رہے،اس لئے ان سے مرفوع احادیث بہت کم مروی ہیں۔جبکہ آپ کی نگاہوں سے عہد نبوت کی کوئی بات پوشیدہ نہ تھی اس بناء پر کثرت روایت کا موقع تھا تاہم انہوں نے جانشین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیثیت سے ان احادیث کو جن کا تعلق ضروری مسائل سے تھا خاص طور پر شہرت دی مثلاً نصاب زکوٰۃ کا مفصل ہدایت نامہ تمام ملک میں شائع کیا اور حکم دیا کہ اگر کوئی عامل اس سے زیادہ طلب کرے تو نہ دیا جائے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام اہم مواقع پر خلیفہ اول ہی کی معلومات نے مسلمانوں کی رہبری کی۔سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کا جھگڑا جب خوفناک حد تک پہنچ گیا تو سب سے پہلے انہی نے''**الائمة من قریش**'' کی حدیث پیش کی جس نے اس بحث کا فیصلہ کردیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدفن کا سوال پیدا ہوا تو صدیق اکبرؓ ہی نے اس عقدہ کو حل کیا اور فرمایا''میں نے

رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ انبیاء کی جائے وفات ہی ان کا مدفن ہے۔ (موطاامام مالک ص ۸۰)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عباسؓ نے رسول اللہ کی متروکہ جائداد میں میراث طلب کی تو سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ حدیث پیش کی۔

لانورث ماترکنا صدقة

''یعنی ہمارے مال میں وراثت جاری نہ ہوگی اور ہمارا تمام متروکہ وقف ہے، بعد کو دوسرے صحابہ نے بھی اس کی تصدیق فرمائی، غرض وہ دربار نبوت میں اپنے مخصوص تقرب کی بنا پر رسول اللہ ﷺ کے ارشادات، طرز عمل اور ان کے اسباب وعلل سے قدرتاً زیادہ باخبر تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقیؓ کا اجتہاد

امامت یا خلافت گو نبوت ہی کا ایک پرتو ہے تو ہم دونوں میں بہت بڑا فرق ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مسند نشین خلافت ہونے کے ساتھ ہی۔ اس فرق کو جمہور مسلمانوں پر ظاہر کر دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ معصوم تھے نیز خدا نے ان کو وحی سے ممتاز فرمایا تھا اور میں ایک معمولی انسان ہوں اس لئے اگر تم مجھے راہ راست پر دیکھو تو اتباع کرو اور اگر کج راہ ہو جاؤں تو سیدھا کر دو۔ (مسند احمد ابن حنبل ج ۱ ص ۲۰)

حضرت ابوبکرؓ نے نبوت وخلافت کی اس تفریق کو عموماً قائم رکھا اور کبھی ان اختیارات وحقوق سے کام نہیں لیا جو صرف انبیاء کے لئے مخصوص ہیں۔ ایک دفعہ ایک مسلمان پر سخت برہم ہوئے۔ حضرت ابو برزہ اسلمیؓ نے ان کے تیور دیکھ کر عرض کی یا خلیفہ رسول اللہ ﷺ! اس کی گردن اڑا دیجئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے قتل کا نام سنا تو خاموش ہو گئے کچھ دیر کے بعد غصہ فرد ہوا تو ابو برزہؓ سے بلا کر پوچھا ''اگر میں اس کو قتل کرنے کا حکم دیتا تو کیا تم واقعی اسے مار ڈالتے؟'' بولے ''ہاں'' فرمایا ''خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کو یہ شرف حاصل نہیں ہے۔ (ابوداؤد کتاب الحدود باب الحکم فیمن سب النبی ﷺ)

اسی طرح کسی نے خلیفۃ اللہ کہہ کر مخاطب کیا تو فرمایا کہ مجھے خلیفۃ اللہ نہ کہو۔ میں نائب

خدا نہیں بلکہ نائب رسول ﷺ ہوں اور یہی میرے لئے بس ہے۔'' (استیعاب تذکرہ ابوبکرؓ)

غرض خلیفہ اول کا یہ سب سے بڑا احسان ہے کہ انہوں نے خلافت ونبوت کی سرحدیں الگ کر دیں ورنہ جس طرح عدم تفریق وامتیاز نے الوہیت نبوت کے ڈانڈے ملا دیئے ہیں اور دنیا کی اکثر قوموں نے انبیاء علیہم السلام کو مظاہر خداوندی تصور کر لیا ہے اسی طرح خلافت ونبوت کی حدود میں بھی امتیاز دشوار ہو جاتا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اصول اجتہاد

رسول اللہ ﷺ کے جانشینوں کا سب سے بڑا فرض استنباط احکام وتفریع مسائل کی ایک شاہراہ قائم کرنا اور مذہبی دفتر کو اصولی حیثیت سے منضبط ومرتب کرنا تھا۔ خلیفہ اول نے اس سلسلہ میں جو کچھ کیا وہ آج بھی شریعت غراء کا سنگ اساس ہے۔ چنانچہ نصوص شرعیہ کی درجہ بدرجہ ترتیب اور اجماع کا طریقہ اسی ذات گرامی سے ظہور میں آیا۔ مسند دارمی میں ہے۔ (مسند دارمی باب الفتیا وما فیہ من الشدۃ)

''حضرت ابوبکرؓ کی عدالت میں جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا تھا تو پہلے قرآن کی طرف رجوع کرتے اگر امر متنازعہ فیہ کے متعلق اس میں کوئی حکم ہوتا تو اسکے مطابق فیصلہ کرتے ورنہ سنت رسول ﷺ کی طرف رجوع کرتے اور جب اس سے بھی مطلب برآری نہ ہوتی تو مسلمانوں سے سوال کرتے۔''

صدیق اکبر کا تقویٰ

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اخلاق کا سب سے درخشاں گوہر تقویٰ ہے۔ ایک دفعہ زمانہ جاہلیت میں ایک شخص کسی نامعلوم راستہ سے لے چلا اور بولا اس راہ میں ایسے آوارہ منش وبدمعاش رہتے ہیں کہ اس طرف سے گزرنے میں بھی حیا دامن گیر ہوتی ہے۔'' یہ سننا تھا کہ زمین نے پاؤں پکڑ لئے اور یہ کہہ کر لوٹ آئے ''میں ایسے شرمناک راستہ سے نہیں جا سکتا۔ (کنز العمال ج ۶ ص ۳۳۲)

● ایک دفعہ آپ کے ایک غلام نے کھانے کی کوئی چیز لاکر پیش کی۔ جب تناول فرما چکے تو انہوں نے کہا ''آپ جانتے ہیں کہ یہ کس طرح حاصل ہوا''؟ فرمایا ''بیان کرو'' بولے ''میں نے جاہلیت میں ایک شخص کی فال کھولی تھی۔ فال کھولنا تو جانتا نہ تھا صرف اس کو دھوکہ دیا تھا لیکن آج اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے اس کے صلہ میں یہ کھانا دیا۔'' یہ سرگزشت سنی تو منہ میں انگلی ڈال کر جو کچھ کھایا تھا قے کر دیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ جو جسم اکل حرام سے پرورش پاتا ہے جہنم اس کا بہترین مسکن ہے۔''

حضرت عائشہؓ کے گھر میں عید کے روز انصار کی دو لڑکیاں جنگ بعاث کے تاریخی اشعار گا رہی تھیں۔ رسول کریم ﷺ منہ پھیر کر فرش پر استراحت فرما تھے اسی حالت میں ابوبکر صدیقؓ تشریف لائے۔ ان کے کمال اتقاء نے اسے بھی پسند نہ کیا حضرت عائشہؓ کو ڈانٹ کر بولے۔ ''رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ مزمار شیطان؟ لیکن رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''ابوبکرؓ انہیں گانے دو ہر قوم کے لئے عید ہے اور یہ ہماری عید ہے۔''

انسان کا کمال یہ ہے جس طرح اس کے اعضاء و جوارح اعمال شنیعہ و افعال ناپسندیدہ سے مجتنب رہتے ہیں اور اس کا دل تخیلات باطلہ سے محترز رہتا ہے اسی طرح اس کی زبان بھی کبھی کلمات ناملائم سے آلودہ نہ ہونے پائے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دوع و تقویٰ اسی منتہائے کمال پر تھا کہ درشت و ناملائم الفاظ سے ہمیشہ پرہیز فرماتے تھے۔ اگر اتفاقاً غیظ و غضب کی حالت میں کوئی سخت کلمہ زبان سے نکل جاتا تو نہایت ندامت و پشیمانی ہوتی اور جب تک اس کی تلافی نہ ہو جاتی چین نہ آتا۔

● ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ سے کوئی نزاع درپیش تھی، اثنائے گفتگو میں کوئی سخت جملہ نکل گیا۔ لیکن خود ہی ندامت دامن گیر ہوئی اور نہایت اصرار کے ساتھ عفو خواہ ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے انکار کیا تو ان کی پریشانی کی کوئی انتہا نہ تھی اسی وقت دامن اٹھائے آستانہ نبوت پر حاضر ہوئے اور وجہ پریشانی بیان کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو تین مرتبہ

اس بشارت سے طمانیت دی۔ ابوبکرؓ! خدا تمہیں بخش دے گا۔ ابوبکرؓ خدا تمہیں بخش دے گا۔'' ابوبکرؓ خدا تمہیں بخش دے گا۔

● اسی اثناء میں حضرت عمرؓ کو بھی اپنے انکار سے ندامت ہوئی اور حضرت ابوبکرؓ کو ان کے مکان پر تلاش کرتے ہوئے دربار نبوت ﷺ میں حاضر ہوئے۔ ان کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ پر نور ﷺ کا چہرہ متغیر ہونے لگا۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ تیور دیکھے تو دوزانو بیٹھ کر التجا کی۔ ''یارسول اللہ ﷺ خدا کی قسم! میں ہی ظالم تھا۔ میری ہی زیادتی تھی اس طریقہ سے گو غیظ و غضب کی طغیانی فرو ہو گئی تاہم ارشاد ہوا ''میں مبعوث ہوا تو تم سب نے مجھے جھٹلایا لیکن ابوبکرؓ نے تصدیق کر کے جان و مال سے میری غمخواری کی۔ کیا تم مجھ سے میرے ساتھی کو چھڑا دو گے۔؟ **(بخاری کتاب المناقب باب قول النبیؐ لو کنت متخذا خلیلاً ج ۱ ص ۵۱۶)**

حضرت ربیعہ بن جعفر اور حضرت ابوبکرؓ صدیق میں ایک درخت کے لئے باہم اختلاف ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اثنائے بحث میں کوئی جملہ ایسا کہہ دیا کہ جو ان کی ناگواری کا باعث ہوا لیکن جیسے ہی غصہ فرو ہوا کہنے لگے ''ربیعہ! تم بھی مجھے کوئی ایسی ہی سخت بات کہہ دو، انہوں نے انکار کیا تو دربار نبوت میں حاضر ہوئے۔ حضرت ربیعہؓ بھی ساتھ تھے حضور انور ﷺ نے مفصل روداد سن کر فرمایا ''ربیعہ! تم کوئی سخت جواب نہ دو لیکن یہ کہہ دو، **وغفر اللہ لک یا ابا بکر**۔ یعنی ابوبکرؓ خدا تمہیں معاف کر دے۔'' حضرت ابوبکرؓ پر اس واقعہ کا اس قدر اثر تھا کہ زار و قطار رو رہے تھے اور آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا۔ **(فتح الباری ج ۷ ص ۱۸)**

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا زہد و تقویٰ

امارت، دنیا طلبی و جاہ پسندی سے نفرت تھی، خلافت کا بار گراں بھی محض امت مرحوم کو تفریق و اختلاف سے محفوظ رکھنے کے لئے اٹھا لیا تھا ورنہ دل سے اس ذمہ داری کے متمنی نہ تھے۔ انہوں نے بارہا اپنے خطبوں میں اس حقیقت کی تصریح فرما دی تھی اور اعلان کر دیا تھا کہ اگر کوئی اس بار کو اٹھانے کے لئے تیار ہو جائے تو وہ نہایت خوشی کے ساتھ سبکدوش ہو جائیں گے۔ **(طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۵۰)**

● حضرت رافعؓ طائی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے کہا کہ آپ سن رسیدہ بزرگ ہیں، مجھے کچھ وصیت فرمائیں بولے ''خدا تم پر رحمت و برکت نازل فرمائے، نمازیں پڑھو، روزے رکھو، زکوٰۃ دو، حج کرو، اور سب سے بڑی نصیحت یہ ہے کہ کبھی امارت و سیادت نہ قبول کرو، دنیا میں امیر کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے، نیز قیامت کے روز اس کا محاسبہ نہایت سخت ہوگا اور فرد عمل زیادہ طویل ہوگی۔''

● ایک مرتبہ انہوں نے پینے کے لئے پانی مانگا، لوگوں نے پانی اور شہد لا کر پیش کیا لیکن جیسے ہی منہ کے قریب لے گئے، بے اختیار آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اس قدر روئے کہ تمام حاضرین پر رقت طاری ہوگئی۔ جب کسی قدر سکون ہوا تو لوگوں نے گریہ وزاری کی وجہ پوچھی، بولے ایک روز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ کسی چیز کو دور دور کہہ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہؐ! کیا چیز ہے جس کو دور فرما رہے ہیں۔ میں تو کچھ نہیں دیکھتا ہوں۔'' ارشاد ہوا کہ ''ظاہر فریب دنیا مجسم ہو کر میرے سامنے آئی تھی میں نے اس کو دور کر دیا۔'' اس وقت یکا یک یہ واقعہ مجھے یاد آ گیا اور ڈرا کہ شاید اس کے دام تزویر میں پھنس جاؤں۔ **(اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۱۷)**

راہ خدا میں پورا مال خرچ کرنا

حضرت ابوبکرؓ نے اپنی تمام دولت راہ خدا میں لٹا دی، یہاں تک کہ زمانہ خلافت میں ان پر بیت المال کا چھ ہزار روپیہ قرض چڑھ گیا لیکن بے نیازی دیکھو کہ مسلمانوں کا ایک حبہ بھی اپنی ذات پر صرف کرنا یا اولاد کے لئے چھوڑ جانا گوارہ نہ ہوا، وفات کے وقت وصیت فرمائی تو سب سے پہلے یہ فرمایا کہ میرا فلاں باغ بیچ کر بیت المال کا قرض ادا کر دیا جائے اور میرے مال میں جو چیز فاضل نظر آئے وہ عمر بن خطابؓ کے پاس بھیج دی جائے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ وفات کے بعد جائزہ لیا گیا تو صرف یہ چیزیں زیادہ نکلیں۔ ایک غلام، ایک لونڈی اور دو اونٹنیاں۔ چنانچہ یہ تمام چیزیں اسی وقت حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دی گئیں۔ خلیفۂ دوم کی آنکھوں سے عبرت کے آنسوں نکل آئے۔ رو کر بولے ''ابوبکرؓ! خدا تم

پر رحم کرے۔ تم نے پس از مرگ بھی زہد کا دامن نہ چھوڑا اور کسی کو نکتہ چینی کا موقع نہ دیا۔
(طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۳۷)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا تواضع

حضرت صدیق اکبر نہایت متواضع اور خاکسار تھے اور کسی کام سے ان کو عار نہ تھا اکثر بھیڑ بکریاں تک خود ہی چرا لیتے تھے اور محلہ والوں کی بکریاں دوہ دیتے تھے۔ چنانچہ منصب خلافت کے لئے جب ان کا انتخاب ہوا تو سب سے زیادہ محلہ کی ایک لڑکی کو فکر لاحق ہوئی اور اس نے تاسف آمیز لہجے میں کہا ''اب ہماری بکریاں کون دوہے گا؟ حضرت ابوبکرؓ نے سنا تو فرمایا خدا کی قسم! میں بکریاں دوہوں گا، امید ہے کہ خلافت مجھے مخلوق کی خدمت گزاری سے باز نہ رکھے گی۔ **(طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۳۷)**

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تجارت

حضرت ابوبکرؓ کپڑے کی تجارت کرتے تھے، خلیفہ ہونے کے بعد حسب معمول کندھے پر کپڑوں کے تھان رکھ کر بازار کی طرف روانہ ہوئے، راہ میں حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا ''یا خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں؟ بولے بازار۔'' انہوں نے کہا ''اب آپ مسلمانوں کے حاکم ہیں، چلئے ہم آپ کے لئے کچھ وظیفہ مقرر کر دیں گے۔

لیکن بخاری کی روایت ہے کہ جب خلافت کی ذمہ داریوں کی وجہ سے آپ اپنا ذاتی کام نہ کر سکے تو صحابہؓ سے فرمایا کہ میری قوم جانتی ہے کہ میرا پیشہ میرے اہل و عیال کا بار اٹھانے سے قاصر نہ تھا اور اب میں مسلمانوں کے کام میں مصروف ہو گیا ہوں اس بنا پر آل ابوبکر اس مال میں سے کھائیں گے اور مسلمانوں کے لئے تجارت کریں گے۔ صحابہؓ نے اسے منظور کر لیا۔

● دار الخلافہ سے کوئی فوجی مہم روانہ ہوتی تو حضرت ابوبکرؓ ضعیف و کبر سنی کے باوجود دور تک پا پیادہ ساتھ جاتے۔ اگر کوئی افسر تعظیماً گھوڑے سے اترنا چاہتا تو روک کر فرماتے ''اس میں کیا مضائقہ ہے، اگر میں تھوڑی دور تک راہ خدا میں اپنا پاؤں غبار آلود

کروں''۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو پاؤں راہ خدا میں غبار آلود ہوتے ہیں، خدا ان پر جہنم کی آگ حرام کر دیتا ہے۔**(طبری ص ۱۸۵۰ ومسند دارمی باب فضل الغبار فی سبیل اللہ)**

● عجز وتواضع کی انتہا یہ تھی کہ لوگ جانشین رسول اللہ ﷺ کی حیثیت سے تعظیم وتوقیر کرتے تو آپ کو تکلیف ہوتی اور فرماتے مجھے لوگوں نے بہت بڑھا دیا ہے۔کوئی مدح وستائش کرتا تو فرماتے ''اے خدا! تو میرا حال مجھ سے زیادہ جانتا ہے اور میں اپنی کیفیت ان لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں۔خدایا تو ان کے حسن ظن سے مجھے بہتر ثابت کر، میرے گناہوں کو بخش دے اور لوگوں کی بے جا تعریف کا مجھ سے مواخذہ نہ کر، غایت تواضع سے تکبر وغرور کی علامات سے بھی خوف زدہ ہو جاتے۔ایک روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو تکبر سے اپنا کپڑا کھینچتے ہوئے چلتا ہے۔، قیامت کے روز خدا اس کی طرف نگاہ نہ کرے گا۔

اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا جذبہ

مال ودولت اگر صحیح مصرف اور مناسب موقع پر صرف ہو تو اس کی قدر وقیمت غیر متنا ہی ہو جاتی ہے۔روٹی کا ایک خشک ٹکڑا شدت گرسنگی میں خوان نعمت ہے۔لیکن آسودگی میں الوان نعمت بھی بے حقیقت شے ہے۔یہی وجہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے جن لوگوں نے اپنی جان ومال سے رسول اللہ ﷺ کی اعانت کی ہے ان کو قرآن کریم نے مخصوص عظمت وفضیلت کا مستحق قرار دیا ہے۔

لَایَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ط اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ط (سورہ حدید آیت:۱۰)

''تم میں وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خدا کی راہ میں خرچ کیا اور وہ دوسرے مسلمانوں کے برابر نہیں ہو سکتے، بلکہ یہ ان لوگوں سے درجہ میں بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح مکہ خرچ کیا اور لڑے۔''

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی مالی حیثیت

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس قبول اسلام کے وقت چالیس ہزار درہم نقد موجود تھے۔انہوں نے یہ تمام دولت راہ خدا میں صرف کر دی۔**(ابن سعد جزو ۳ قسم اول ص ۱۲۳)** رسول اللہ ﷺ نے بارہا اس فیاضی کے برمحل ہونے کا اعتراف فرمایا:

''ابوبکرؓ کے مال سے زیادہ کوئی مال میرے لئے مفید نہ ہوا''

اس فیاضی کے ساتھ اخلاص کا یہ عالم تھا کہ حضرت رسول کریم ﷺ جب بطور تشکر وامتنان فرماتے۔''یعنی جان ومال کے لحاظ سے مجھ پر ابوبکرؓ سے زیادہ کسی کا احسان نہیں۔تو آبدیدہ ہو کر عرض کرتے ''یارسول اللہ ﷺ! جان ومال سب حضورؐ ہی کے لئے ہے۔''

● آغاز اسلام میں جن لوگوں نے داعی توحید ﷺ کو لبیک کہا تھا، ان میں ایک بڑی تعداد غلاموں اور لونڈیوں کی تھی جو اپنے مشرک آقاؤں کے پنجۂ ستم میں گرفتار تھی حضرت ابوبکرؓ نے اکثروں کو آزاد کرایا جن میں بعض کے نام یہ ہیں: بلالؓ، عامر بن فہیرہؓ نذیرہؓ، جاریہؓ بنی مومل، نہدیہؓ، بنت نہدیہؓ وغیرہم۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فیاضی

حضرت ابوبکر صدیقؓ صدقات وخیرات میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔حضرت عمرؓ نے بارہا مسابقت کی کوشش کی۔لیکن وہ کبھی بھی ان کے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہوئے۔ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرامؓ کو صدقہ نکالنے کا حکم دیا۔حضرت عمرؓ کے پاس معمول سے زیادہ سرمایہ موجود تھا۔انہوں نے خیال کیا کہ آج ابوبکرؓ سے سبقت لے جانے کا موقع ہے چنانچہ وہ اپنا نصف مال لے کر آستانۂ نبوت پر حاضر ہوئے۔رسول کریم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم نے اہل وعیال کے لئے کس قدر رہنے دیا ہے؟ بولے ''اسی قدر''، لیکن حضرت ابوبکرؓ اپنا کل سرمایہ لائے ہے۔''ان سے جب سوال کیا تو انہوں نے

عرض کی، ''ان کے لئے خدا اور اس کا رسول ہے۔ اس ایثار و قربانی پر حضرت عمرؓ کی آنکھیں کھل گئیں بولے اب میں کبھی ان سے سبقت نہیں لے جاسکتا۔ **(ترمذی مناقب ابی بکرؓ)**

صدقات میں اخفاء و اظہار دونوں جائز ہیں ''**ان تبدو الصدقات فنعما ھی وان تحفوھا وتوھا الفقراء فھو خیرلکم**''۔ لیکن اظہار میں ریاء و تفاخر کا امکان ہے، اس لئے حضرت ابوبکرؓ صدقات میں اخفاء کا لحاظ رکھتے تھے اور ہمیشہ اس کا خیال رہتا تھا کہ ان کی تمام کائنات خدا کی امانت و دیعت ہے، چنانچہ ایک دفعہ نہایت مخفی طور پر صدقہ لے کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ اس کے علاوہ خدا تعالے کی اور امانت بھی میرے پاس ہے۔ **(کنزل العمال جلد ۶ ص ۳۱۶)**

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی عبادات

حضرت ابوبکرؓ رات رات بھر نمازیں پڑھتے تھے، دن کو اکثر روزے رکھتے تھے۔ خصوصاً موسم گرما روزوں ہی میں بسر ہوتا۔ خضوع و خشوع کا یہ عالم تھا کہ نماز میں لکڑی کی طرح بے حس و حرکت نظر آتے۔ رقت اس قدر طاری ہوتی کہ روتے روتے ہچکی بندھ جاتی تھی۔ خوف محشر اور عبرت پذیری سے دنیا کا ذرہ ذرہ ان کے لئے سرمایۂ عبرت تھا کوئی سرسبز درخت دیکھتے تو کہتے کاش! میں درخت ہی ہوتا کہ عاقبت کے جھگڑوں سے چھوٹ جاتا۔ کسی باغ کی طرف گزرتے اور چڑیوں کو چہچہاتے دیکھتے تو آہ سرد کھینچ کر فرماتے ''پرندوں، تمہیں مبارک ہو کہ دنیا میں چرتے چگتے ہو درخت کے سایہ میں بیٹھتے ہو اور قیامت کے روز تمہارا کوئی حساب کتاب نہیں، کاش ابوبکرؓ بھی تمہاری طرح ہوتا۔ **(کنزل العمال ج ۶ ص ۳۱۲)**

قرآن شریف کی تلاوت فرماتے تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے اور اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روتے کہ آس پاس کے تمام لوگ جمع ہوجاتے۔ نرم دلی اور اس رقت قلب کے باعث بات بات پر آہ سرد کھینچتے تھے، یہاں تک کہ اواہ منیب ان کا نام ہوگیا تھا۔

اس طرح وحصول ثواب کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ ایک روز رسول

اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا ''آج تم میں سے روزہ سے کون ہے؟'' حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی ''میں ہوں'' پھر فرمایا۔ ''آج کسی نے جنازہ کی مشایعت کی ہے؟'' کسی نے مسکین کو کھانا دیا ہے؟ اور کسی نے مریض کی عیادت کی ہے؟'' ان سوالوں کے جواب میں جو زبان گویا ہوئی وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جس نے ایک دن میں اس قدر نیکیاں جمع کی ہوں وہ یقینا جنت میں جائے گا۔'' **(مسلم فضائل ابی بکرؓ)**

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی گھریلو زندگی

حضرت ابوبکرؓ بیوی بچوں سے محبت رکھتے تھے، خصوصاً ام المومنین حضرت عائشہؓ کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ نواح مدینہ میں اپنی ایک جاگیر ان کو سپرد کردی تھی لیکن وفات کے وقت خیال آیا کہ اس سے دوسرے وارثوں کی حق تلفی ہوگی۔ اس لئے ان کو بلا کر فرمایا ''جان پدر! افلاس وامارت دونوں حالتوں میں تم مجھے سب سے زیادہ محبوب رہی ہو۔ لیکن جو جاگیر میں نے تمہیں دی ہے، اس میں تم اپنے دوسرے بہن بھائیوں کو شریک کرلو۔ **(ابن سعد جزو ۳ قسم اول ص ۱۳۸)** انہوں نے وفات کے بعد حسب وصیت جاگیر تقسیم کردی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی مہمان نوازی

نہایت مہمان نواز تھے، چنانچہ ایک مرتبہ شب کے وقت چند اصحاب صفہ ان کے مہمان تھے، انہوں نے اپنے صاحبزادے عبدالرحمن کو ہدایت فرمائی کہ میں رسول کریم ﷺ کی خدمت میں جاتا ہوں تم میرے واپس آنے سے پہلے ان کی مہمان نوازی سے فارغ ہوجانا۔ حضرت عبدالرحمن نے حسب ہدایت ان کے سامنے ماحضر پیش کیا، لیکن انہوں نے صاحب خانہ کی غیر موجودگی میں کھانے سے انکار کردیا۔ اتفاق سے حضرت ابوبکر صدیقؓ بہت دیر کے بعد تشریف لائے اور یہ معلوم کرکے کہ مہمان اب تک بھوکے بیٹھے ہیں، اپنے صاحبزادہ پر نہایت برہم ہوئے اور برا بھلا کہا اور فرمایا ''واللہ میں آج اس کو کھانے میں شریک نہیں کروں گا۔'' حضرت عبدالرحمنؓ ڈر سے مکان کے ایک گوشہ میں چھپ رہے تھے، وہ کسی قدر جرأت

کر کے سامنے آئے اور بولے۔آپ اپنے مہمانوں سے پوچھ لیجئے کہ میں نے کھانے کے لئے اصرار کیا تھا۔'' مہمانوں نے اس کی تصدیق کی اور کہا'' خدا کی قسم! جب تک آپ عبدالرحمن کو نہ کھلائیں گے، ہم لوگ بھی نہ کھائیں گے''۔

غرض اس طرح غصہ فرد ہوگیا اور دستر خوان بچھایا گیا۔حضرت عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ اس روز کھانے میں اس قدر برکت ہوئی کہ ہم لوگ کھاتے جاتے تھے لیکن وہ کسی طرح ختم نہیں ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ اس میں سے کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔

(بخاری ج اول کتاب الادب باب ما یکرہ من الغضب والجزع عند الضیف وباب قول الضعیف لصاحب الاکل حتی تاکل)

صدیق اکبر کا لباس

زندگی نہایت سادہ تھی، موٹے جھوٹے کپڑے استعمال فرماتے تھے۔دستر خوان بھی پر تکلف نہ تھا۔خلافت کے بعد یہ سادگی اور ترقی کر گئی تھی۔ چنانچہ وفات کے وقت انہوں نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا'' جب سے خلافت کا بار میرے سر پر آیا ہے میں نے معمولی سے معمولی غذا اور چھوٹے موٹے پر قناعت کی ہے۔مسلمانوں کے مال میں سے میرے پاس ایک حبشی غلام، ایک اونٹ اور اس پرانی چادر کے سوا اور کچھ نہیں ہے، میرے بعد یہ تمام چیزیں عمر بن خطابؓ کو واپس دے کر ان سے بری ہو جانا۔'' **(طبقات ابن سعد ق ا ج ۳ ص ۱۳۹)**

حضرت ابوبکرؓ نے چونکہ اپنی تمام دولت اسلام پر نثار کر دی تھی اس لئے عسرت و ناداری کے باعث بارہا دو، دو، تین، تین وقت فاقے سے گزر جاتے تھے۔ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اور حضرت عمرؓ کو مسجد میں بھوک سے بے قرار دیکھا۔فرمایا میں بھی تمہاری طرح سخت بھوکا ہوں۔'' حضرت ابوالہیثمؓ انصاری کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے گھر پر کھانے کی دعوت دی۔ **(موطا امام مالک ص ۳۷۱)**

صدیق اکبر کا ذریعۂ معاش

تجارت اصلی ذریعۂ معاش تھی۔فرماتے ہیں کہ ''میں قریش میں سب سے بڑا

اور متمول تاجر تھا۔'' عہد اسلام میں بھی یہی مشغلہ جاری رہا اور مال تجارت لے کر دور و دراز ممالک کا سفر اختیار فرمایا۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے ایک سال پہلے تجارت کے خیال سے بصریٰ تشریف لے گئے۔ **(سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب المزاج)**

خلافت کا بار جب سر پر آیا تو قدرۃً ان کا تمام وقت مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے وقف ہوگیا۔اس بنا پر صحابہ کرامؓ نے مشورہ کر کے روزانہ آدھی بکری کا گوشت اور ان کے اہل و عیال کے کپڑے اور کھانا مقرر کر دیا۔ **(طبقات ق ا ج ۳ ص ۱۳۰)**

'' قوم جانتی ہے کہ میرا کاروبار میرے اہل و عیال کی حاجت روائی سے قاصر نہ تھا لیکن اب جبکہ مسلمانوں کے کام میں مشغول ہوں تو ابوبکرؓ کا خاندان حسب ضرورت ان کے مال سے کھائے گا اور ان کا کام کرے گا۔'' **(بخاری کتاب البیوع باب کسب الرجل وعملہ بیدہ ج ا ص ۲۷۸)**

ابن سعد نے وظیفہ کی تفصیل یہ بیان کی ہے کہ ان کو دو چادریں ملتی تھیں، جب وہ پرانی ہو جاتی تھیں تو انہیں واپس کر کے دوسرے لیتے تھے۔سفر کے موقع پر سواری اور خلافت سے پہلے جو خرچ تھا اسی کے موافق اپنے اور اپنے متعلقین کے لئے خرچ لیتے تھے۔ **(طبقات ابن سعد ج ۳ ق ا ص ۱۳۱)**

صدیق اکبر کی جاگیر

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خیبر میں ایک جاگیر مرحمت فرمائی تھی اس کے علاوہ انہوں نے اطراف مدینہ اور بحرین میں دوسری جاگیریں بھی حاصل کی تھیں۔ **(طبقات ابن سعد ج ۳ ق ا ص ۱۳۸)**

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا حلیہ مبارک

حضرت ابوبکرؓ نہایت نحیف و لاغر اندام تھے۔ چہرہ کم گوشت اور رنگ گندم گوں تھا۔ پیشانی بلند و فراخ اور آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں، بالوں میں مہندی کا خضاب کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بیوی اور بچے

حضرت ابوبکرؓ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں، جن بیویوں سے اولاد

ہوئی ان کے نام یہ ہیں:

قتیلہ یا قتلہ:۔ان سے حضرت عبداللہؓ اور حضرت اسماءؓ پیدا ہوئیں۔(طبقات تذکرہ ابوبکرؓ)

ام رومان:۔یہ ام المومنین حضرت عائشہؓ اور حضرت عبدالرحمانؓ کی ماں تھیں۔

اسماءؓ:۔ان سے محمد بن ابی بکرؓ پیدا ہوئے۔

حبیبہ بنت خارجہ:۔حضرت ابوبکرؓ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ام کلثومؓ ان ہی کے بطن سے تھیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سیرت سے استفادہ کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔والسلام

محمد سرور فاروقی ندوی

دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۲۰۲۰/۴/۲۴ء

غیر مسلم بھائیوں کے مطالعہ کے لئے مفید کتابیں

(درج ذیل ترتیب کے مطابق مفتی محمد سرور فاروقی ندوی کی ہندی تصانیف)

۱۔	سرشٹی کا شرشٹا کون؟	25	۱۴۔ توحید کی حقیقت (قرآن وسنت کی روشنی میں)	40
۲۔	مانو ایکتا اور شانتی سندیش	30	۱۵۔ جہاد آتنکواد اور اسلام	180
۳۔	ایشور کہاں ہے؟	30	۱۶۔ جنت کے حالات اور بھشتی (قرآن وسنت کی روشنی میں)	100
۴۔	پرلوک تک نیم اور انسان کا پرمیشور سے سمبندھ	30	۱۷۔ اسلام دھرم کیا ہے؟ (قبول حق کے بعد اسلامی کورس)	250
۵۔	مانو کلیان سمبندھی اپدیش	30	۱۸۔ پیغمبر قرآن کا سندیش انسانی دنیا کے نام	20
۶۔	اسلام دھرم سوار تھ سے پریپورن جیون	60	۱۹۔ قرآن کا پیغام (پارہ وار ترجمہ اور تشریح)	180
۷۔	آخری سندیش کہاں کب اور کون؟	150	۲۰۔ قرآن کا پیغام (قرآن کا آسان ہندی ترجمہ)	130
۸۔	اسلامی راجنیتی کی شاسن ویوستھا	60	۲۱۔ تفسیر فاروقی (قرآن کی ہندی تفسیر، ۸ جلدوں میں)	4200
۹۔	جہاد اور آتنکواد میں انتر	30	۲۲۔ رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک اور آپ کی نعتیں	80
۱۰۔	غیر مسلموں کے ساتھ ویوہار (حدیث کی روشنی سے)	60	۲۳۔ رسول اللہ ﷺ کی پاکیزہ زندگی	35
۱۱۔	کفر اور شرک کی حقیقت (قرآن وسنت کی روشنی میں)	90	۲۴۔ حضرت محمد ﷺ کی باتیں	50
۱۲۔	اسلام؟	10	۲۵۔ اسلامی وراثت کی تقسیم	30
۱۳۔	لا الہ الا اللہ کی گواہی	20		

غیر مسلموں میں دعوت کا کام کرنے والوں کے لئے معاون کتابیں

۱۔	اعمال کو باطل کرنے والی چیزیں اور ان کی اہمیت	30	۱۴۔ تفسیر فاروقی (قرآن کی ہندی تفسیر، ۸ جلدوں میں)	4200
۲۔	خالق کائنات اور اس کی صفات	30	۱۵۔ امت محمدیہ کی عزت کا سوال	30
۳۔	غیر مسلموں میں طریقہ دعوت اسلوب اور اس کی روشنی میں	90	۱۶۔ اسلام میں جزیہ، خراج اور ذمیوں کے حقوق	20
۴۔	بندہ دھرم پر ترتیب، تنظیم اور اس کی خصوصیات	150	۱۷۔ تعدد ازدواج اور اسلام (مذہب عالم کی روشنی میں)	30
۵۔	آخری رسول کہاں، کب اور کون؟	150	۱۸۔ مسلمانوں کے بگڑنے اور ان کے اسباب	75
۶۔	حضرت محمد ﷺ کا ذکر اور موجودہ پوجا کی مراحت ویدوں کی روشنی میں	45	۱۹۔ اسلامی معاشیات کا تقابلی جائزہ (تاریخ کے آئینہ میں)	30
۷۔	غیر مسلموں سے دعوتی برتاؤ (اختلافات کے تناظر میں)	40	۲۰۔ پردہ اور حرم اسلام	30
۸۔	اسلام کے خلاف الزامات اور اس کی دعوت کا اثر	50	۲۱۔ زبردستی اسلام قبول کروانے کی مراحت (قرآن وسنت کی روشنی میں)	50
۹۔	قرآن میں انسان کا مقام اور اس کی اعلیٰ مقصد	30	۲۲۔ اسلام میں غیر مسلموں کے حقوق	50
۱۰۔	قرآن کے مثالی نمونے اور ان کا دل نشین انداز	30	۲۳۔ جہاد آتنکواد اور اسلام	180
۱۱۔	غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کی آزادی	35	۲۴۔ اسلام دھرم سوار تھ سے پریپورن جیون	60
۱۲۔	حضرت محمد ﷺ اور جزیہ عرب	45	۲۵۔ نبیوں کی بھومی بھارت کے پانچ اہم مقامات	400
۱۳۔	قرآن کا پیغام (قرآن کا آسان ہندی ترجمہ، ۱۰ جلدوں میں)	300	۲۶۔ اسلامی راجنیتی کی شاسن ویوستھا	60